ناول
بابِ قفس
ازقلم: صفا خالد

بابِ قفس

از قلم۔۔۔صفا خالد

مکمل ناول

exponovels

"کچھ بے نام سی یادوں کے گہرے نشان ہیں

کچھ دل میں ہے چھپا کچھ آنکھوں پے عیاں ہے

کہیں الجھنوں کی ڈور ہے،

کہیں معطر سی آہٹ،

کہیں چپ چاپ سی ہیں سرگوشیاں،

کہیں دور بجتے ہیں نقارے ،

دلم بکھرا ہے ٹوٹ کر جگہ جگہ،

کہیں آنسو بے مول ہوے ہیں قہقہوں کی طرح

چار سو فقط چھائی تنہائی ہے ،

غم_ قفس نے ہے جکڑا ہوا ،

کوئی چارہ گر کو پیغام دے ،

زندگی اس روانی سے بوجھل ہوئی ہے

وہ جو اک نغمہ ساز تھا جانے کہاں ہے

بس کچھ بے نام سی یادوں کے گہرے نشان ہیں۔

صفاخالد

کورنا کی تیسری لہر پورے انہماک سے زی روح انسانوں کا سواد چکھنے میں مصروف تھی۔ہر طرف موت گھات لگا کر بیٹھی تھی۔مڈل کلاس فیملیز اور مزدور طبقہ خاصے پریشان تھے شاید یہ موزی مرض ان کی جان نہ لیتا مگر راشن کی کمی اور دن بہ دن بڑھتی ہوئ مہنگائ ان کے لیے وبال_ جان بنتی جا رہی تھی۔

مرھا اس صورت حال سے کافی پریشان تھی۔وہ کچھ ایسا کرنا چاہ رہی تھی جس سے وہ زیادہ نہیں تو کچھ فیملیز کے لیے راشن کا انتظام کر سکتی۔وہ IT فیلیڈ کی ماہر تھی. اب تک نہ جانے کتنی ویب سائٹس بنا چکی تھی۔ینیورسٹی میں نام تھا اس کا۔

وہ ایک ماہر ہی کر تھی آن لائن ورلڈ اسے Hell queen کے نام سے جانتا تھا۔۔۔

اکاؤنٹ ہیک کرنا تو اس کیلئے پلک جھپکنے کے برابر تھا۔۔۔

مرھا کے والد اسلام غنی ایک بینک میں مینجیر تھے گزر بسر آسان تھا۔والدہ شبانہ کوثر ریٹائرڈ ھائ سکول ٹیچر تھیں۔مرھا کے بعد خدا نے ان کو اولاد نرینا سے نوازا تھا۔مگر ہسپتال کی ناقص انتظامیہ کی وجہ سے بچے کی جان نہ بچ سکی۔اس طرح مرھا اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد بن کے رہ گی۔رنگ روپ میں کسی سے پیچھے نہ تھی سلکی، کمر تک آتے لائٹ براؤن کلر کے بال، مگر ان سب کے بعد بھی ایک کمی بچتی تھی اس کے بالوں سے لے کر اس کے چہرے تک کو اس کی توجہ کی کمی تھی۔پارلر کی شکل اس نے سال پہلے اپنے کسی کزن کی شادی پہ دیکھی تھی وہ بھی اس کو مجبور کر کے لے جایا گیا

تھا۔مگر ان سب کے بعد بھی وہ حسین تھی خاص کر آنکھیں اور لمبی گردن پہ دایں طرف نمایاں تل اس کو چار چاند لگاتے تھے۔۔۔۔۔۔۔
اسلام آباد کے معمولی سے ڈھابے پہ چھ انسان کسی مافیا گینگ کی طرح کسی مشن کا منصوبہ بنا رہے تھے۔

چاچا افضل ڈھابے کے مالک ان کے مشکوک ارادے دیکھ کے دل ہی دل میں انکی سلامتی کے لیے دعا مانگنے لگے۔وہ Panther gang تھا اس علاقے میں ان کی دہشتت تھی۔بہت سے بد معاش تو ان کی وجہ علاقہ چھوڑ چکے تھے۔۔۔۔۔
ٹائگر اس گروپ کا لیڈر اب مشن کی ہدایات سب کو سمجھا رہا تھا۔۔۔۔۔
بگ بی بلیک مرسیڈیز point 2 پر رات دس بج کر تیرہ منٹ پر گزرے گی تم سگنل جیم کرو گے اس طرح گاڑی point 3 پر چھ منٹ لیٹ پہنچے گی۔jk اور junior B تم انکا پیچھا کرو گے اور ان کی پل پل کی رپورٹ دو گے۔ذی اور میجر point 4 پہ کاروای کریں گے۔ٹائگر اس پرانی عمارت میں پہلے سے موجود ہو گا۔زی تمام ڈرگز کو حفاظتی مقام پر پہنچاے گا۔۔
یر ایک بات کی سمجھ نہیں آئی J B. نے سرگوشی کی۔۔یہ بلا اتنے ڈرگز اس پرانی عمارت میں کیوں رکھے گا اپنا کلب بھی ہے اسکا پھر بھی۔۔۔
کیوں کہ وہ تمہاری طرح عقل سے پیدل نہیں ہے نا جو نیک نامی کو داؤ پہ لگائے۔۔۔جواب ذی کی طرف سے تھا۔۔

ہاں ہاں مجھے معلوم تھا میں تو تم سب کا ٹیسٹ لے رہا تھا۔۔۔

جبکہ تمہارے اپنے دماغ کا ٹیسٹ ہونے والا ہے۔۔jk کہاں چپ رہنے والا تھا۔۔۔

یار مجھے شک نہیں بلکہ یقین ہے کہ ماہم نے اس کی سکریو اچھے سے ٹائٹ نہیں کیے اس لیے اس کی بھونگیاں ختم نہیں ہو رہی۔۔Big B نے بھی رائے دی۔۔۔

اس بات پہ JB زرا خفہ ہوا۔۔تم سب جلتے ہو میرے چارم سے سالو ہر لڑکی دل دینے کو منٹ بھی ضائع کرتی۔ویسے بلا یہ ڈیل کلب میں رکھ لیتا تو مشن کے ساتھ ساتھ خوبصورت لڑکیاں بھی نظر آ جاتی کچھ مزے ہی ہو جاتے۔۔اس بات پہ ٹائگر نے زرا گھور کے دیکھا۔۔۔ارے ایسے نہیں دیکھو یار میں تو تم سب کے لیے کہ رہا تھا ورنہ کنگ کو کمی تھوڑی ہے۔۔۔

اوہ اجڑی سلطنت کے کنگ ماہم کی چھترول بھول گے ہو تو کال کر کے حاضری لگوا لیں؟ ؟ ابھی زی نے منہ کھولا ہی تھا کہ چچا افضل نے آواز دی بیٹا کچھ اور چاہیے۔۔۔

نہیں چچا بس اس کو آج چاے ہضم نہیں ہو رہی کہتا ہے کہ چچا ہاتھ دھو کے چاے نہیں بناتا برتن بھی میلے دیتا ہے۔

. اس بکواس پہ چچا اسے ڈھابے سے رفع دفع کرتا major نے بات سمبھال لی۔

میرا خیال ہے کہ اب تم سب کو اچھے سے سمجھ آگئی ہوگی۔ویسے ہی اتنا بھی مشکل کام نہیں ہے نہیں بس اس ویب سائٹ کو پورے سرکل میں ہیں تو پھیلانا ہے اور میرے خیال میں ہم اپنی یونیورسٹی کے ہی ذریعے بہت سی مالی امداد جمع کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔۔۔مرھا اپنی کلاس کے ڈائز پہ

کھڑے اپنا پروجیکٹ کلاس کو دکھا رہی تھی وہ جانتی تھی کہ اس کی یونیورسٹی میں سب ہی اپر کلاس فیملیز کے بچے آتے ہیں۔۔۔۔۔

مرھا تم نے اس ویب سائٹ کا نام باب_ قفس ہی کیوں رکھا ؟؟ اس کے کلاس فیلو حمزہ نے اس سے پوچھا۔۔۔

"صدیوں بعد جو کھلتے دیکھا باب قفس کو "

"مجھے اڑنے کے زمانے بہت یاد آئے "

قفس کا مطلب ہے پنجرا۔اگر دیکھا جائے تو کرونا نے ہمیں ایک پنجرے میں ہی تو قید کر دیا ہے۔ہم گھروں میں قید ہو کر ہی تو رہ گئے ہیں۔اس ویب سائٹ کا مطلب ہے پنجرے کا دروازہ۔میں چاہتی ہوں میری یہ ویب سائٹ غربت کی قید میں پھنسے ہوئے لوگوں کے لئے دروازے کا کام کرے ان کی مشکلات کو کم کرے۔۔۔مرھا نے تسلی سے جواب دیا۔

۔۔۔۔۔۔

وہ چھ لوگ آج پھر چاچا افضل کے ڈھابے پر موجود تھے۔ان کے چہروں سے خوشی عیاں تھی۔شاید وہ مشن جیت گئے تھے۔

اب ہم کم از کم ایک مہینہ کوئی اور مشن نہیں کریں گے۔کیونکہ جس ہستی کے خلاف اب مشن کرنا ہے وہ کوئی معمولی انسان نہیں ہے۔وہ کاشی گینگ ہے عرف مشہور کاشف بلڈرز۔جو دن کی روشنی میں نیک نام ہے اور رات کے اندھیرے میں کسی فرعون سے کم نہیں۔لوٹ مار قتل ڈکیتی اغوا برائے تاوان اس کے عام کاروبار ہیں۔اور آج کل وہ ایک نئے دھندے میں سرگرم نظر آتا ہے خوبصورت لڑکیوں کو اغوا کر کے دبئی بھجوا رہا ہے۔۔۔

میجر ان کو اگلے مشن کی ہدایات دے رہا تھا۔اس مشن کے لئے ان کو خاصی تگو داو اور محنت درکار تھی۔۔۔۔۔۔

کچھ عرصے کے بعد

کرونا پر اب کافی حد تک قابو پا لیا گیا ہے لوک ڈاؤن کھول دیا گیا ہے۔گھروں میں قید لوگ بالآخر باہر کی دنیا دیکھ سکیں گے۔۔۔مرھا اور اس کے والدین یہ خبر سنتے ہوئے کافی خوش دکھائی دے رہے تھے۔میرا نے کم از کم پچیس سو فیملیز کی مدد اپنی ویب سائٹ کے ذریعے کی تھی

اس اس کار خیر میں نہ صرف اس کے یونیورسٹی فیلو بلکہ اور بھی بہت سے لوگ شامل تھے۔سبھی مرھا کو اس کے عظیم کارنام پر داد دے رہے تھے۔۔۔۔

یار مرحا تیرا دماغ اتنا کیسے چلتا ہے یہ اتنے شاندار آئیڈیاز آخر آتے کہاں سے ہیں لگتا ہے ممی نے چھوٹی عمر میں خوب بادام کھلائے ہیں۔۔۔یہ اس کے کلاس فیلو رومان کی آواز تھی

ارے نہیں نہیں بادام نہیں اس کے دماغ میں تو کوئیچپ پھنسی ہوئی ہے۔جیسے فلم میں نہیں دیکھتے کبھی ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے مریض کے بچنے کا کوئی چانس نظر نہیں آتا تو ڈاکٹرز اس کے دل یا دماغ میں مصنوعی چپ لگا دیتے ہیں۔میرا خیال ہے مرحا مرحا کے دماغ میں بھی کوئی ایسی ہی چپ لگی ہوئی ہے یہ انسان نہیں یہ تو کوئی ایلین لگتی ہے۔۔۔

اس سے پہلے مرحا عمر کی ٹانگیں توڑنے کے لئے آتی عمر اس کو ایلین مشہور کر چکا تھا۔

۔۔عمر کے بچے تو واپس آ تیرے دماغ میں جو کیڑے اٹکے ہیں ان کو آج میں اچھے سے نکال دوں گی۔۔۔عمر اور شزا اس کے بیسٹ فرینڈ تھے مگر اس کی عمر سے ہمیشہ نوک جھوک چلتی تھی۔۔۔

۔۔یار تم نے سٹی ہب میں انٹرویو کے لیے اپلائی کیا۔اس کی لاسٹ ڈیٹ تو گزر گئی ہے نہ ؟؟
سوال شزا کی طرف سے تھا۔

۔۔ہاں میں نے لاسٹ ڈیٹ سے پہلے ہی اپلائی کر دیا تھا۔مجھے امید ہے کہ میرے جیسے ٹیلنٹ کو ریجیکٹ نہیں کریں گے۔ان کی امپائر کو میری جیسی ہونہار کوئین کی بہت ضرورت ہے۔۔۔وہ اپنی تعریفوں میں مگن تھی

۔۔کون سے سلطنت کی کوئی رانی ہو ویسے؟ہمیں آج تک وہ سلطنت نظر کیوں نہ آئی۔؟
اچھا اچھا وہ سلطنت جہاں تم گدھے گھوڑے بیچ کر پہنچتی ہو۔۔۔
شیزہ نے ہنستے ہوئے جواب دیا
چلو کچھ کھاتے ہیں

اس سے پہلے کہ میں تمہیں ان گدھوں گھوڑوں کے ساتھ ان کے اصطبل میں باندھ دوں۔۔۔

وہ سٹی ہب کی شاندار عمارت میں موجود تھی۔اس وقت کم از کم وہاں بیس اور لوگ اپنی قسمت کو آزمانے کے لیے وہاں موجود تھے۔۔۔۔
مس مرحا اسلام آپ کی باری آگئی۔۔۔آواز سنتے ہی وہ کمرے میں داخل ہوئی۔
افس بہت شاندار تھا۔دیواروں پر خوبصورت تصاویر موجود تھی۔نفس کی تین دیواروں پر سفید پینٹ جبکہ مین چیر کے بالکل سامنی دیوار پر رایل بلو پینٹ تھا۔فرنیچر تو بہت ہی قابل دید تھا۔وڈن فلور پہ

چلتے ہوئے اس کی ہیل کی آواز نے ماحول میں ارتعاش پیدا کیا۔۔باس نے م ناگوار سی نظر اس ماڈل کی طرح چلتی ہوئی لڑکی کے سراپے پر ڈالی۔پھر فائل کھول کر اس کے ڈاکیومنٹ دیکھنے لگا

انٹرویو لینے کے لئے وہاں تین لوگ موجود تھے۔دو کی شخصیت تو کافی متاثر کن تھی۔دکھنے میں ہینڈسم تھے۔ایک نے بلیک اور دوسرے نے گرے سوٹ پہن رکھا تھا۔گرے سوٹ والے کی آنکھیں ڈارک براؤن تھی۔مرحا نے ہمیشہ ایسی آنکھوں کو آئیڈ لائلز کیا تھا۔ایسا ہی تو وہ سراپا بنایا کرتی تھی اپنے محافظ کا۔
۔البتہ تیسرا شخص زرا بڑی عمر کا ظاہر ہو رہا تھا۔
جی تو مس اسلام آپ کو کیسے لگا کے آپ اس امپائر کے لئے خود کو قابل سمجھتی ہیں۔۔کالے سوٹ والے نے پوچھا

جی نہیں سر میں اس امپائر کو خود کے قابل سمجھتی ہوں۔جواب کافی پر اعتماد طریقے سے دیا گیا۔۔

ڈارک براؤن آنکھوں میں زرا حیرانی واضح ہوئی۔۔۔

کیوں آپ کے پاس ایسا کیا ہے جو یہ امپائر آپ کو اپنے قابل لگی۔۔اگلا سوال ڈارک براؤن آنکھوں والے نے اتنے ہی پراعتماد طریقے سے پوچھا۔

میرے پاس ایسے بہت سے پروجیکٹ ہیں جس سے آپ کا سٹی ہب فائدہ اٹھا سکتا ہے۔۔۔

تو پھر آپ یہاں کیوں آئی آپ خود سے ہی کوئی بزنس شروع کر لیتی۔۔۔
۔۔وہ بھی کروں گی انشاء اللہ بہت جلد اس سے بڑی امپائر بنانے کا خواب رکھتی ہو مگر وہ کیا ہے نہ کہ ابھی مجھے بزنس کی اتنی سمجھ بوجھ نہیں۔۔۔

تو آپ جہاں جوب کرنے نہیں بلکہ بزنس سیکھنے آئی ہیں۔۔۔
۔۔میں کچھ بھی سیکھوں بدلے میں آپ کو تو فائدہ ہی ملے گا یہ بات تو طے ہے۔۔بات انٹرویو سے اُگے بڑھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔کالے سوٹ والے نے دونوں کو چپ کروانے بات بدلی
۔۔اچھا ہمیں اپنا پھر کچھ کام بھی دکھائیں یا ہوا میں ہی تیر چلائیں گی۔۔۔

ارے سر آج کل تیروں کا زمانہ کہاں۔آج کل تو لوگ ایک دوسرے کے سسٹم میں گھس کے ان کی عزت افزائی کرتے ہیں۔وہ جواب دیتے ہوئے آگے بڑھی۔اور لیپ ٹاپ میں یو ایس بی لگا دی۔۔۔ جیسے اسے یقین ہو گئی یہ نوکری صرف اسی کو ملے گی۔۔

کام تو شاندار ہے۔مگر ہم آپ سے ایک ٹیسٹ لیں گے۔ہمیں یہ بھی تو دیکھنا ہے جتنی آپ نے باتیں کی ہے آپ اس قابل بھی ہیں کہ نہیں۔باقی یہ چھوٹے موٹی سی ویب سائٹ تو کوئی بھی بنا سکتا ہے۔۔۔مرحا کا دل کیا اس ڈارک براؤن آنکھوں والے کی زبان میں کوئی وائرس ڈال دے۔مگر وہ چپ چاپ کمرے کی طرف بڑھ گئی۔وہ کمپیوٹر لیب نما کمرہ کافی خوبصورت تھا۔وہاں موجود بیس لوگ حکم کا انتظار کر رہے تھے۔۔

میرا نام مستجاب حیدر ہے میں اس امپائر کا چیف ایگزیکٹیو ہوں۔ڈارک براؤن آنکھوں والے نے تعارف کروایا۔وہ گرے کلر کے تھری پیس سوٹ میں بہت ہی چارمنگ نظر آ رہا تھا۔۔۔

نہیں نہیں میں مرحا تم کسی لڑکے سے امپریس نہیں ہو سکتی لڑکے تمہارے پیچھے آتے ہیں تم لڑکوں کے پیچھے نہیں۔۔۔اس نے اپنے ذہن کو جھٹکا

۔۔میرا نام باسط ملک ہے میں بورڈ آف ڈائریکٹرز ہوں۔۔وہ بھی بلاشبہ خوبصورت پرسنیلٹی کا مالک تھا مگر اس کی آنکھیں کالی اور ذرا چھوٹی تھی۔اس کی ذات دیکھنے میں مستجاب حیدر کی طرح سنجیدہ معلوم نہیں ہو رہی تھی۔

مرحا نے ایک اور قیاس آرائی کی۔

--میرا نام عظیم ہے اور میں یہاں مینیجر کے طور پر کام کرتا ہوں--میں آپ کو آپ کا ٹاسک سمجھا دیتا ہوں--آپ سب کے سامنے ایک ہوم پیج نظر آ رہا ہے۔جو اس پیج کو کم ٹائم میں کریک کرے گا وہی اس سیٹ کے قابل ہو گا---

--یار یہ لڑکی کچھ تو ہے اس کی باتوں سے لگتا ہے کہ یہ کچھ تو کرے گی---باسط نے مستجاب سے کہا۔

--پتہ لگ جاتا ہے ابھی۔آج کل کی لڑکیاں کچھ زیادہ ہی پر اعتماد بننے کی کوشش کرتی ہیں---
یار تم لڑکیوں سے اتنا خفا نظر کیوں آتے ہو۔کیا تمہارا دل ان کے حسن کی تپش محسوس نہیں کرتا۔
---باسط کچھ شاعرانہ موڈ میں محسوس ہو رہا تھا۔
اگر تمہارا ٹھرک پن ختم نہیں ہوا تو مجھے تمہیں اس روم سے نکالنے میں ذرا بھی دیر نہیں لگے گی--مستجاب ذرا غصیلہ تھا

وہ دونوں بہت غور سے مرحا کی تیز چلتی انگلیوں کو کی بورڈ پر دیکھ رہے تھے---

دو منٹ ہی گزرے تھے اور مرحا اس ویب سائٹ کو کریک کرنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔
کمال کر دیا گرل تم واقعی ہوشیار ہو۔باسط چہکا

شکریہ سر اب آپ کو پتہ چلا کہ میں ہواؤں میں باتیں نہیں کرتی۔۔خیر اب کیا میں امید رکھوں کہ مجھے جوائننگ لیٹر جلد موصول ہو گا۔؟

۔۔جی امید پر تو دنیا قائم ہے۔آپ چاہیں تو میرا نمبر رکھ لیں۔میں آپ کو انفارم کر دوں گا۔۔
مجھے نہیں لگتا مجھے اس کی ضرورت ہے۔میری رزیوم پر میرا کانٹیکٹ نمبر لکھا ہے اگر آپ کو ضرورت ہوئی تو مجھے انفارم کر دیجئے گا۔وہ شکریہ کہتی ہوئی لیب سے باہر نکل گئی۔۔۔۔۔
تم دل پھینکنے کا کوئی موقع جانے نہیں دیتے نا۔
لگتا ہے تمہیں یہاں سے نکالنا ہی پڑے گا۔۔۔

مسٹر مستجاب آپ اس لیے ایسا بول رہے ہیں کیونکہ آپ اس لڑکی سے جل گئے ہیں ذہین لڑکیاں آپ کو خاصی پسند نہیں۔ آپ کی شان اجازت ہی نہیں دیتی کہ کوئی آپ کے مقابل آئے خاص کر لڑکی۔۔۔باسط اس کو چڑھانے کے موڈ میں تھا۔

مجھے ذرا یہ ویب سائٹ تو دکھاؤ جو اتنی آسانی سے وہ کریک کر گئی۔۔۔

جی جی مجھے پتا تھا کہ تم یہی کہو گے۔یہ پکڑو اور دیکھو کہ یہ کوئی آسان ہدف نہیں تھا مگر پھر بھی وہ چھوٹی سی لڑکی یہ کارنامہ کر گئی۔۔۔وہ ویب سائٹ پہ پاسورڈ لگانے لگا۔

ارے یہ پیج لوک کیوں ہیے۔باسط پریشان ہوا۔۔اس نے پھر سے کوشش کی۔
سمجھ سے باہر ہے کوڈ تو میں نے خود سیٹ کیا تھا۔
مستجاب میں ذرا آگے ہو کر سکرین کو دیکھا

۔۔تمہاری وہ چھوٹی سی لڑکی کوڈ بدل کر کوئی اور کوڈ لگا گئی ہے۔۔اب کی بار مستجاب متاثر ہوا تھا۔۔۔۔۔

یار اتنے دن ہو گئے ہیں ابھی تک سٹی ہب سے کوئی جواب نہیں آیا۔تمہیں کیا ٹینشن نہیں ہو رہی۔۔۔
وہ تینوں اس وقت یونیورسٹی کے کیفے ٹیریا میں موجود تھے۔۔۔

۔۔نہیں فکر تو ان کو ہونی چاہیے۔
کیوں ؟ کیا وہاں بھی کوئی چاند چڑھائی ہو۔عمر حیران تھا

۔۔میں اس ویب سائٹ پہ پاس ورڈ چینج کر آئی ہوں اس کو توڑنا ناممکن ہے۔کھپاتے رہیں اب بیٹھ کر سر۔جاب کے لیے نہ سہی پاس ورڈ کے لئے تو ضرور کریں گے۔۔۔مرحا کو بھی اپنی صلاحیتوں پر ناز تھا۔مگر نہیں جانتی تھی کہ مستجاب بھی اس فیلڈ کا باپ ہے۔

۔۔اچھا یہ بتاؤ کیا تم انٹرویو دینے بال کھول کے گئی تھی؟؟ عمر نے پوچھا:
ہاں ہاں بال تو کھول کے ہی گئی تھی۔۔اس نے بے دھیانی میں جواب دیا:
ہا ہا ہا اسی لیے اب تک ان کا جواب نہیں آیا۔تمہیں بھو تنی سمجھ کے ڈر گئے ہوں گے بیچارے۔۔
بلکہ نہیں تمہارے سر سے موتیوں کی طرح چمکتی ہوئی جوئیں دیکھ کر گھبرا گئے ہوں گے۔۔۔اپنی بکواس بند کرو موٹے گینڈے۔جوئیں ہوں گی تمہاری منگیتر کے سر میں پھر تم بندر کی طرح نکال بھی دیا کرنا اور کھا بھی لیا کرنا۔۔۔مرحا بھی اپنے نام کی ایک تھی۔

۔۔ارے میری تو ابھی تک کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے۔منگیتر کہاں سے آگئی۔عمر ذرا خفا ہوا:

۔۔ویسے تم میں ایسا کچھ خاص ہے بھی نہیں کہ کوئی لڑکی تمھیں بوائے فرینڈ بنائے۔
اب کی بار جواب شزا کی طرف سے تھا۔

"تو اگر گریزاں ہے مجھ سے "
"آ تجھے بھاڑ کے راستے پر چھوڑ آؤ "

عمر شعر سناتا ہوا اب لڑاکوں لڑکیوں کی طرح میدان میں اتر چکا تھا۔

ویسے عمر سچ بتاؤ ہماری یونیورسٹی میں اتنی لڑکیاں ہیں کیا تمہیں آج تک کوئی بھی پسند نہیں آئی۔امیر ہو خوبصورت ہوں ٹیلنلنٹڈ ہو پھر بھی تمہیں کسی نے پسند نہیں کیا۔
شزا شاید کچھ اور ہی جواب کے انتظار میں تھی:

۔۔میرے لئے تو لڑکیاں لائن لگا کر کھڑی ہوتی ہیں مگر جو لڑکی مجھے چاہیے وہ مجھے دوست کے علاوہ کچھ سمجھتی ہی نہیں۔۔

اس نے مرھا کی طرف ایک اچٹی سی نگاہ ڈال کے دیکھا

کیا سچ میں تم کسی کو پسند کرتے ہو ؟۔مرھا حیران نظر آئی

۔۔کون ہیں وہ کیسی ہے مجھے بتاؤ میں میں اس سے بات کرتی ہوں۔مرحا کو عمر سے ہمدردی ہوئی۔

کیا تم سچ میں بات کرنا چاہتی ہو۔سچ میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔تو ایک بار جا کے شیشہ دیکھ لینا۔میری پسند تمہیں پسند نہ آئے تو میرا نام بدل دینا۔

عمر ذرا دیکھنے میں سنجیدہ لگ رہا تھا:

۔۔یہ کیا بدتمیزی ہے ؟ ہوش میں ہوں تم کس سے بات کر رہے ہو ؟ مرحا کو شاید شاک لگا تھا۔
شزا تو گم سم ان دونوں کو دیکھ رہی تھی کچھ تھا جو اس کے اندر ٹوٹا تھا۔اس کی آنکھوں کی نمی اس بات کا واضح ثبوت تھا۔

اچانک عمر کا کہاں گونجا: شکلیں دیکھو ذرا دونوں اپنی۔ایسے لگ رہا ہے جیسے کڑوی دوائی پی لی ہو۔اب نہ اگل رہی ہوں نہ نکل رہی ہو۔ویسے بھی تم لوگوں کو میرا سٹینڈرڈ اتنا گرا ہوا لگتا ہے۔کہ میں اس کالی کلوٹی بھوتنی کو پسند کروں گا۔۔۔
عمر اگر مجھ پر ایک قتل واجب ہوتا تو میں آج تمہارا قتل کر دیتی۔مرحا کو یہ مذاق ذرا بھی پسند نہ آیا تھا۔

۔۔تمہارا تو پتہ نہیں سر واجد میرا قتل ضرور کر دیں گے اگر میں نے یہ اسائنمنٹ ان کو جمع نہ کروائی۔عمر ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر سیڑھیوں کی ریلنگ پھلانگتا ہوا وہاں سے بھاگا:

شزا اس کی چوڑی پشت کو دور تک بیٹھے دیکھتی رہی۔اچانک مرحا کی چیخ بلند ہوئی

۔۔آس پاس بیٹھے تمام اسٹوڈنٹس نے ذرا غور سے اس چھوٹی سی آفت کو دیکھا جو چلا چلا کے سب کو سٹی ہب کی طرف سے جوائننگ لیٹر والی ای میل دکھا رہی تھی۔۔۔۔۔۔

وہ چھ لوگ ایک جم خانے میں موجود تھے۔

۔۔لگتا ہے تم ایک بار پھر اپنے چچا اور اپنی خالہ کو ڈھونڈنے میں ناکام ہوئے ہو۔میجر نے ٹائیگر کو ذرا پریشان دیکھا تو پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پنیتھر گینگ میجر کے جم خانے پر ورک آؤٹ کے ارادے سے آئے تھے۔ان کے کسرتی جسم سخت ورزش کی عکاسی کرتے تھے۔ان سب نے اپنے آپ کو بہت ہی فٹ رکھا ہوا تھا۔سکس پیک تو کوئی معمولی سی بات تھی ان کے لیے۔وہ شارپ شوٹر کی طرح نشانہ لگانے میں بھی ماہر تھے۔اور کسی باکسر کی طرح مقابل کو ڈھا دینے کی صلاحیت رکھتے تھے۔۔۔۔۔

۔۔مجھے ان کو کسی بھی طرح ڈھونڈنا ہے۔ان کا جو بھی قرض ہے مجھ پے ان کو واپس کرنا ہے۔تاکہ میرے باپ کی قبر کو ٹھنڈک مل سکے۔۔ٹائیگر نے میجر کو جواب دیا

۔۔کیا صرف اسی لیے ان کو ڈھونڈ رہے ہو ؟ اس کے علاوہ ایک اور بھی خواہش تھی تمہاری والدہ کی ؟ کیا اس کو پورا نہیں کرو گے ؟ میجر اب اس کے دل کی آواز سننا چاہ رہا تھا

۔۔ضروری نہیں وہ لڑکی بھی میری والدہ کی خواہش پوری کرنا چاہتی ہوں۔ہوسکتا ہے اب تک اس کی شادی ہوگئی ہو۔یا کوئی منگنی وغیرہ۔نہیں تو اس کا کوئی بوائے فرینڈ تو لازمی ہو گا۔آج کل کی لڑکیاں گھر کے کام کریں یا نہ کریں محبت تو لازمی کرتی ہیں: ٹائیگر نے ذرا تسلی سے جواب دیا

۔۔تم لڑکیوں کے لئے اتنے خفا کیوں ہو ؟ میجر نے پریشانی سے ٹائیگر کو دیکھا

۔۔کیونکہ میں آج تک جتنی بھی لڑکیوں سے ملا ہوں سبھی کسی نہ کسی چکر میں مصروف تھی۔خیر چھوڑو ! تمہیں بھی کیا چچا کا کوئی سراغ نہیں ملا ؟ تمہارے بندے کیا کہتے ہیں ؟ کیا وہ اس بار بھی ناکام لوٹے ہیں؟ یونیورسٹی کے نام پر ہلکی سی امید ملی تھی۔۔۔

۔۔فکر نہیں کرو بندے لگے ہوئے ہیں۔اگر تمہاری کزن اس یونیورسٹی کا حصہ ہے تو ہم اسے ڈھونڈ لیں گے۔۔۔میجر نے ٹائیگر کو تسلی دی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اسلام غنی اور حیدر غنی کی شادی دو بہنوں عابدہ کوثر اور شبانہ کوثر سے ہوئی تھی۔

حیدر غنی بڑے بھائی اور اسلام غنی چھوٹے بھائی تھے۔باپ کی وفات کے بعد اسلام صاحب نے حیدر کو بڑے بھائی کی نہیں بلکہ باپ کی جگہ دی تھی۔تمام کاروباری معاملات کو حیدر صاحب ہی دیکھتے تھے ۔اسلام صاحب کو اپنے بھائی پر پورا یقین تھا۔ان کی بیگمات میں بھی آپس میں بہت پیار تھا۔اسلام غنی اور عابدہ کوثر کو اللہ نے ایک رحمت سے نوازا تھا۔حیدر غنی اور شبانہ کوثر کے حصے میں نعمت آئی تھی۔دونوں بہنوں نے مل کر اپنی اولاد کی قسمت کا فیصلہ بہت خوشی سے کیا تھا اگر نصیب میں شاید کچھ اور ہی تھا۔اس گھر کا نام جنت کی مثال دیتے ہوئے استعمال ہوتا تھا۔مگر قیامت تب آئی جب حیدر غنی نے پاور آف اٹارنی اپنے نام کروالیں اور کل مالیت میں سے صرف 40 فیصد اسلام صاحب کو دیا۔اسلام صاحب اپنے سگے بھائی کے اس دھوکے کو برداشت نہ کر سکے اور اپنا کنبہ لے کر اپنے آبائی شہر ملتان منتقل ہوگئے۔وقت کے ساتھ ساتھ حالات بدلتے گئے۔حیدر غزنی ہارٹ اٹیک سے اللہ کو پیارے ہوگئے ان کا اکلوتا بیٹا پڑھائی کی غرض سے جاپان گیا ہوا تھا اور وہیں پر بہترین نوکری پاکر سیٹ ہوگیا تھا۔وہ ایک ملٹی نیشنل آئی ٹی کمپنی کے شیئرز خرید کر بورڈ آف ڈائریکٹرز میں شامل تھا.

انٹرنیٹ کی دنیا اس کو vinom the hacker کے نام سے جانتی تھی۔

والد کی اچانک موت پر اسے واپس آنا پڑا اور کاروبار کو دیکھنا پڑا۔اس کی والدہ کی بھی طبیعت کچھ ناساز تھی۔شوہر کے غم نے ان کو ہلکان کر دیا تھا۔اوپر سے ان کی بہن کا دکھ اور اور ماں جیسی بہن کو آخری بار دیکھنے کی حسرت ان کو مزید تڑپا رہی تھی۔

اپنی موت سے چند دن پہلے مسز حیدر نے اپنے بیٹے کو اس کے باپ حیدر غنی کی تمام دھوکہ دہی کے بارے میں بتایا اور آخری خواہش کی کہ وہ اپنے چچا اور اپنی خالہ کو ڈھونڈ لیں
اپنے باپ کا قرض ادا کرے۔اور جو خواب دونوں بہنوں نے مل کر اپنی اولاد کے لئے دیکھا تھا اس کو پورا کرے۔
مستجاب حیدر ان تمام حقائق سے ٹوٹ چکا تھا۔باپ جسے ٹوٹ کے محبت کرتا تھا نہیں جانتا تھا کہ انکے لالچ نے ان کے اپنی سگے بھائی کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔
وہ ہر طرح سے اپنے چچا کی فیملی کو ڈھونڈا چاہتا تھا۔باپ کا قرض ادا کر سکے۔پر ماں کے آخری فیصلے کی تکمیل کی سوچ اس کا کلیجہ کاٹ دیتی تھی۔
وہ بالکل تنہا رہ گیا تھا۔اس ملک سے فرار چاہتا تھا واپس جاپان جانا چاہتا تھا۔اپنی اینا Aina کے پاس.
ماں باپ کے بعد اگر وہ کسی سے محبت کرتا تھا تو وہ اس کی کلاس فیلو اینا تھی۔وہ ایک جیپنیز فیملی سے تھی۔اس کا والد اس یونیورسٹی کا ٹرسٹی تھا۔مستجاب حیدر ایک ذہین اور خوبرو نوجوان تھا۔بہت سی لڑکیاں اس پر مر مٹنے کو تیار تھی۔مگر وہ اس سبز آنکھوں والی لڑکی پر دل ہار گیا۔

اینا ذرا شوخ اور چنچل طبیعت کی مالک تھی۔وہ مشکل سے ہی سنجیدہ ہوتی تھی۔لوگوں کو تنگ کر کے اسے سکون ملتا تھا۔مستجاب حیدر نے اسے ایک ڈیبیٹ کمپیٹیشن میں ہرا دیا تھا۔وہ مستجاب سے بدلہ لینے کی ہر ممکن کوشش کرنے لگی۔مگر اسی کوشش میں ان دونوں کے دل ایک دوسرے کے لئے دھڑکنے لگے۔

ماں باپ کی وفات کے بعد اک وہی تھی جو مسجاب کو اپنا آخری سہارا لگتی تھی۔مستجاب جب دوبارہ جاپان واپس گیا تو اسے معلوم ہوا کہ اینا بس اس سے اپنی ہار کا بدلہ لینے کے لیے محبت کا ڈرامہ کر رہی تھی۔اصل میں تو وہ کسی اور کی گرل فرینڈ تھی۔

مستجاب احمد کے کمزور تابوت میں یہ آخری کیل تھا جو اینا نے گھاڑا تھا۔اینا کے بعد وہ اپنے عزیز ترین دوست اور روم میٹ باسط ملک کے ساتھ پاکستان واپس آ گیا۔۔وہ اپنی آئی ٹی کمپنی بنانا چاہتے تھے۔ جاپان سے انہوں نے اپنا تمام پیسہ نکالا۔اور یہاں ایک چھوٹی کمپنی سے شروعات کی۔

وہ جس جہاز میں واپس آ رہے تھے۔کچھ طالبان نے اس جہاز کو یرغمال بنا لیا۔وہ اپنا کوئی سردار جو پاک فوج سے پکڑا گیا تھا اس کی بحالی کے لیے پیش کش کررہے تھے۔۔

مستجاب اور باسط جاپان سے ہی مارشل آرٹ کے داؤ پیچ سیکھ چکے تھے ان کے علاوہ چار افراد اور تھے جو ان بارہ طالبان کے گروہ سے جہاز میں موجود سواریوں اور سٹاف کی جان بچانے میں کامیاب ہوئے تھے۔

مستجاب اور باسط آئی ٹی کمپنی اور ہیکنگ کی دنیا کے علاوہ ریسلر کی طرح لڑنا بھی خوب جانتے تھے
بازل مصطفی پیشے کے لحاظ سے وکیل تھے کراٹے میں بلیک بیلٹ تھے
جنید خان پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر سرجن تھے۔۔پٹھان قبیلے کی وجہ سے ان کے خون میں بہادری تھی اور مار دھاڑ میں کافی ماہر تھے۔اسلحہ چلانے کا شوق ان کو بچپن سے ہی اپنے گھرانے سے ملا تھا
عقیل چوہدری آرمی ریٹائر تھے۔ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے اپنا جم بنایا تھا۔اور لڑکے لڑکیوں کو کراٹے اور سیلف ڈیفنس کی فائٹ کی ٹریننگ بھی دیتے تھے۔
ذیشان علی ایس پی آف پولیس تھے۔پولیس کی سخت ٹریننگ نے ان کو مضبوط اعصاب کے ساتھ ساتھ مجرموں کے لیے بھی ان کی گرفت کافی مضبوط کر دی تھی۔
اس واقعے کے بعد وہ اکثر ایک دوسرے سے ملنے لگے۔دوستی گہری ہو گئی۔
ایک دن انہوں نے سڑک پر بزرگ کو روتے ہوئے دیکھا۔پوچھنے پر پتہ چلا کہ ان کی بیٹی کو کچھ غنڈے اٹھا کر لے گئے تھے۔ان کا بیٹا اپنی بہن کے پیچھے گیا۔تو دونوں کی لاشیں گھر آئیں۔ان چھوٹے سے سڑک کنارے ہوٹل پر بھی قبضہ کر لیا گیا۔

یہ لوگ ان کے بیٹا اور بیٹی کے زندگی تو واپس نہیں لا سکتے تھے۔مگر انہوں نے ان کے ہوٹل کو بازیاب کروا لیا۔اور مجرموں کو عمر قید کروا کر دلیا۔۔۔

اس طرح پینتھر گینگ کی ابتدا ہوئی۔

ذیشان علی پولیس میں ہونے کے باوجود اپنے بندھے ہاتھوں کی وجہ سے بہت سے نامور ظالموں کو سزا دلانے میں ناکام تھے۔رات کے اندھیرے میں یہ چھ لوگ ایسے مجرموں کو موت کی نیند سلا کر شہر کا صفایا کرتے تھے۔دن کی روشنی میں یہ سب اپنے اپنے پیشے میں مصروف دکھائی دیتے۔

اب تک یہ لوگ نوے کے قریب مشن انجام دے چکے تھے۔ان کا رشتہ دوستی سے بہت آگے بڑھ گیا تھا وہ دوست نہیں بھائی تھے۔۔سب نے کہیں نہ کہیں سے چوٹ کھائی تھی

مستجاب Tiger the king نے اپنے والد سے زخم کھائے تھے۔۔

باسط ملک ☼ Big B کی ماں اس کو کم عمری میں چھوڑ گئی تھی۔اس کے باپ کی دوسری بیگم نے باسط کو کافی تکلیف میں رکھا اس کے سوتیلے بہن بھائی باسط کو کبھی قبول کرنے کو تیار نہ تھے

بازال مصطفی junior B. کے والد بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے والدہ نے یہ لوگوں کے گھروں کا کام کاج کر کے اس کو پڑھایا۔اسکالر شپ حاصل کر کے اس نے وکالت کی ڈگری حاصل کی۔کم عمری میں جب اس کے سکول کے بچے اس کو ماسی کا بیٹا کہہ کر چڑھاتے تھے وہ ان سے لڑتا جھگڑتا۔اس کی والدہ ایک کراٹے ٹیچر کے گھر کام کرتی تھی اس نے اپنے بیٹے کی روز کی مار کٹائی کی عادت کے

بارے میں ان کو بتایا اور درخواست کی کہ سکول کے بعد وہ اس کو کراٹے سکھا دیا کریں تاکہ وہ روز لڑکوں سے مار کھا کر نہ آئے اور اس کی ماں بے فکر ہو کر کام کر سکے

۔

عقیل چوہدری*میجر نے وقت سے پہلے ہی آرمی سے ریٹائرمنٹ لے لی تھی ان کا جان سے بھی عزیز بھائی کسی منافق اور بکاو فوجی جاسوس کی وجہ سے اس دنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔اگرچہ آرمی نے اس جاسوس کو موت کی نیند سلا دیا تھا مگر عقیل صاحب اندر سے ٹوٹ گئے تھے

جنید خان*jk پٹھان قبیلے میں پیدا ہوئے ان کے والد نے ان کی والدہ پر غق کرکے شادی کی تھی(پٹھان قبیلے کے رواج کے مطابق اگر کوئی مرد کسی لڑکی کے دروازے پر چھ فائر کر دے تو کوئی اور مرد اس لڑکی سے شادی نہیں کرسکتا تو مجبوراً ماں باپ کو اس لڑکی کی شادی اس مرد سے ہی کرنا پڑتی)جنید خان ہمیشہ اپنے باپ کی وجہ سے اپنی ماں کو تڑپتے دیکھتا رہا اس کا خاندان بہت لڑاکو اور قبیلے کا سردار خاندان مانا جاتا تھا بندوق اور منشیات ان کا روایتی کاروبار تھا اصلحے پر گرفت خاصی مضبوط تھی۔مگر ماں کی تربیت اس کو ان سب حرکتوں سے باز رکھتی۔اس نے اپنی ماں کا خواب پورا کرنے کے لئے ایم بی بی ایس کی پڑھائی کی اور اپنے علاقے کا اکلوتا ڈاکٹر سرجن بنا۔اپنی ماں کے نام پر علاقے میں ہسپتال بنایا۔لڑکیوں کی تعلیم عام کی۔اور بھی بہت سے کارنامے انجام دیے۔

ذیشان علی *ذی کے والدین کی پسند کی شادی تھی۔والد کے اچانک انتقال کے بعد دادا نے ان کو گھر سے بے دخل کر دیا۔پریشان والدہ نے فیکٹریوں میں کام کر کر کے اپنے بیٹے کو پڑھایا۔پولیس کی نوکری میں اس کی شخصیت میں کافی رعب پیدا کیا۔وہ اپنے دادا سے کیے جانے والے ظلم کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔مگر صابر ماں کی محبت نے اسے ایسا کرنے سے روکے رکھا۔

یہ اچھے لوگ نہیں تھے یہ چھ کہانیاں تھیں۔وہ دکھ تھے جو دنیا نے نہیں سنے تھے چھ لوگوں نے ایسے اپنے دکھ بانٹ لئے تھے۔اپنے دکھوں کے لاوے سے دنیا کی سفاکیت کا خاتمہ کرنے نکلے تھے۔۔۔

وہ سب اپنی اپنی کہانی کے قفس میں قید تھے۔۔

سٹی ہب کی شاندار عمارت میں نوٹس بورڈ پر پارٹ ٹائم اٹر نیز کی لسٹ آویزاں تھی بیس میں سے پانچ لوگوں کو سلیکٹ کیا گیا تھا۔اپلای کرنے والے تو سیکڑوں تھے۔مگر ان میں سے 20 لوگوں کو انٹرویو کے لیے چنا گیا تھا۔اور 20 میں سے 5 کو سٹی ہب کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔دو کو باسط ملک کی نگرانی میں دیا گیا۔دوکو عظیم صاحب کے حوالے کیا گیا۔مرحا اسلام ایک اکلوتی کو مستجاب حیدر کی رکنیت میں دیا گیا۔دیا نہیں گیا تھا بلکہ لیا گیا تھا۔

۔۔دیکھا تم بھی اس بیوٹیفل گرل کے چارم سے امپریس ہو گئے نہ۔مجھے اور عظیم کو دو دو اور خود کے لیے ایک اکلوتی مرھا اسلام منتخب کر لی۔تمہارا دل آگیا ہے نا۔۔۔باسط مستجاب کے فیصلے پر کافی حیران تھا

۔۔منہ بند کر کمینے انسان میں نے سٹی ہب کے فائدے کے لئے اس شیطان کی خالہ کو اپنے ساتھ رکھا۔میں بس اس مغرور لڑکی کا غرور توڑنا چاہتا ہوں۔دیکھا نہیں تھا کیسے انٹرویو میں ہی ہمارے ساتھ دو نمبری کر گئی تھی۔

مستجاب اس لڑکی کے معاملے میں کافی mysterious تھا۔اس نے تو اس لڑکی کا نام بھی girl کے نام سے اپنے موبائل میں محفوظ کیا تھا۔وہ اس کی کالی سیاہ آنکھوں میں چھپی بجھارت بوجھنا چاہتا تھا۔

اس لڑکی کے بال اس کو اپنی طرف متوجہ کرتے تھے اس کی لمبی گردن پہ نمایاں تل اسے ایک معمہ لگتا تھا۔

اس نے اپنی سوچوں کو جھٹکا۔خود کو ڈپٹا۔

اس کو اپنا آپ بھی Mysterious لگنے لگا تھا۔اینا کے بعد اس نے جو لڑکیوں کے لئے رائے قائم کی تھی شاید اب مرھا اسلام اس کو بدلنے والی تھی۔

سٹی ہب میں نئے پارٹ ٹائم انٹرنیز کے ڈیسک سیٹ کر دیے گئے تھے۔مستجاب حیدر کے آفس کی بڑی سی گلاس ونڈو کے سامنے وہ پانچ بالخصوص مرہا کو واضح دیکھا جا سکتا تھا۔

وہ کی بورڈ پر پروگرامنگ کرنے میں مصروف تھی۔جب باسط نے اپنی شہادت کی انگلی سے اس کامونیٹر ناک کیا۔

little girl کیسا لگ رہا ہے سٹی ہب میں

کام کرنا۔جان پہچان تو ہوگئی ہوگی اسٹاف سے

جی سر سب بہت اچھا ہے۔مجھے تو سٹی ہب بہت پسند آیا۔اب پتا نہیں سٹی ہب کے باسیوں کو میں پسند آئی کہ نہیں۔۔۔مرھا نے گلاس وال کے پار بیٹھے ہوئے انسان کو دیکھا۔۔

۔۔ارے کیوں ایسا کیوں کہہ رہی ہو کسی نے کچھ کہہ دیا ہے کیا۔یہاں تو سب بہت ہی دوستانہ ماحول میں کام کرتے ہیں۔۔لٹل گرل مجھے بتاؤ کسی نے کچھ بولا ہے میں ابھی اس کی شامت لے آتا ہوں۔۔۔

باسط اس چھوٹی سی لڑکی سے واقعی اپنائیت محسوس کرتا تھا۔

سر میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔کیا اس جگہ پر سلام کا جواب دینا اچھا نہیں سمجھا جاتا۔کیا لنچ ٹائم میں بھی ورکرز کو کام کرنے کے لیے فورس کیا جاتا ہے۔کیا انٹرنیز کو ڈھیروں ڈھیر فوٹو کاپیز کرنے کے لیے رکھا جاتا ہے۔کیا انٹرنیز کو بار بار بتایا جاتا ہے کہ وہ یہاں کام کرنے آئی ہے انجوائے منٹ کے لئے نہیں۔۔۔مرحا صبح سے ہونے والے مستجاب کے ساتھ تمام واقعات باسط کو بتانے لگی۔

'اس کو صبح کوئی سو سے اوپر فوٹو کاپی کرنے کے لیے کاغذ دیے گئے تھے۔۔پھر وہ برگر کھانے بیٹھی تو مستجاب حیدر آن کھڑے ہوئے

۔۔لڑکی تم یہاں لنچ کرنے کسی ہوٹل میں نہیں بیٹھی۔۔میں نے تمہارے سسٹم پر ای میل بھیجا ہے غلطیوں کو نوٹ کرو اور میرے پاس فائل بنا کر لاؤ۔
اس نے اپنا آدھ کھایا ہوا برگر ویسے ہی بیگ میں ٹھونسا۔آپ کا میں جوت گئ۔

وہ اپنی کولیگ سے تعارف میں مصروف تھی۔شاید آپ نے پچھلے کارنامے سنا رہی تھی۔۔اسٹیٹس پر پڑا فون گنوجا
جی سر۔۔۔وہ بھی اتنا ہی کہہ پائی تھی

فورا میرے آفس میں آیئے۔۔۔

اور ناک رکے جیسے ہی اندر پہنچی۔۔۔گولا بارود بن کے باس اس پر برسنے لگا
ہمارے یہاں کام کرنے کے کچھ رولز ہیں۔آپ پر بھی لازم ہے کہ آپ ان کو فالو کریں۔ادھر ادھر فضول گوئی سے اپنا اور ہمارا ٹائم برباد نہ کریں۔۔اس نے ایک کاغذ اور یو ایس بی کی طرف اشارہ کیا

یہ کوٹیشنز فلیش میں موجود ویب سائٹ پر انٹر کے پانچ منٹ میں دکھائیں۔۔۔پانچ منٹ سے چھ نہیں ہونی چاہیے۔۔۔

کچھ بولنے کے لیے اس نے لب کھولے۔۔۔

جلدی۔۔!!مقابل کی بھاری آواز نے اسے بولنے نہ دیا وہ دروازے کی طرف بڑھی اور پھر دوبارہ کام میں غرق ہوگئی۔
دس منٹ بعد وہ دوبارہ مستجاب کے کمرے میں گئی۔یو ایس بی اس کے آگے کی۔

۔۔اس کا میں کیا کروں۔اس نے ایک آبرو اچکا کے اسے دیکھا۔

تم جتنی سپیڈ سے کام کر رہی تھی۔ تمہیں سال لگ جانا تھا میں نے خود ہی کمپلیٹ کر لیا کام۔۔۔۔۔وہ سارے دن کی روداد روہانسی ہو کر باسط کو سنا رہی تھی'

مرھا نے ایک بار پھر گلاس وال کے پار بیٹھے انسان کی طرف اشارہ کیا۔۔

کیا وہ مجھے پسند نہیں کرتے۔ مگر ایک دن میں وہ کیسے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ میں ایک اچھی انٹرنی نہیں ہوں۔۔۔مرھا اب رو دینے کو تیار تھی۔

۔۔اوہو لٹل گرل اس کو تم باس نہیں روبوٹ سمجھو اور تمہیں پتہ ہے ربورٹ میں جذبے نہیں ہوتے ۔ وہ جو بھی کہتا ہے ایک کام سے سنو دوسرے سے نکال دو سمپل !!

۔۔مگر سر دو کانوں کے بیچ میں ایک دماغ بھی ہوتا ہے اگر بات وہاں پہ اٹک جائے تو پھر ؟؟

باسط ملک نے اس بات مسکرا کے اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا

۔میں نے کہا نہ اس کو روبوٹ سمجھو۔ عقلمند کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے تم ثابت کر چکی ہوں کہ تم ذہین ہو۔اب اپنے ٹیلنٹ کو چھوٹی موٹی باتوں پر ضائع مت کرو۔کوئی بھی مسئلہ ہو مجھے بتاؤ۔اس ربورٹ سے پنگے لینے سے باز رہنا۔اسی میں سٹی ہب کی بہتری ہے

۔۔میرا کیا دماغ خراب ہے کہ میں سوئے ہوئے شیر کو جگاؤ۔۔میں تو بس اس انسان کو انسان سمجھنے کی غلطی کر رہی تھی۔مگر اب پتا چلا کے باسط سر بھی اس کو ربورٹ کہہ کر غلطی کر رہے ہیں وہ تو چلتے پھرتے سلفیورک ایسڈ ہیں۔جو کسی کو بھی اپنی باتوں سے جلا سکتے ہیں۔۔

باسط کے جانے کے بعد وہ خود سے بڑا بڑای۔اس کو شام دس بجے سے پہلے یہ ویب سائٹ مکمل کرنی تھی۔چاہے وہ یہ گھر جاکر کرتی۔ورنہ جس ذہانت کو وہ ثابت کر چکی تھی۔بقول مستجاب حیدر وہ ایک ناٹک تصور کی جاتی۔

مستجاب کو اپنے ہاتھوں سے کافی بنا کر پینا پسند تھا۔اس کی ماں نے اسے دیسی سٹائل میں کافی بنانا سکھائی تھی۔اس کے دوست اس پر ہنسا کرتے تھے کہ یہ کیسی کافی پیتا ہے۔مگر وہی دیسی کافی اس کو عزیز از جان تھی۔۔۔

مرحا بھی شاید چائے کی تلاش میں کینٹین کی طرف نکلی تھی۔مستجاب کو دیکھ کر رک گئی۔وہ خود کو ایک اچھی اور فرمابردار ورکر ثابت کرنے کا سوچنے لگی۔۔۔

لائیں میں آپ کو کافی بنا دیتی ہوں سر۔۔

مقابل نے دائیں آبرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

۔۔ضرورت نہیں تم اپنے لیے جو لینے آئی ہو لے لو اور جاؤ یہاں سے۔۔
جواب اتنا روکھا تھا کہ اس کا دل کیا یہی کافی مگ اٹھا کر اس کے سر پر انڈیل دے۔۔

۔۔اچھا ہوا تمہارے ساتھ میں مرحا اسلام۔۔۔تمہیں کس نے کہا تھا بھینس کے آگے بین بجانے کو۔۔۔

وہ خود سے بڑبڑاتی ہوئی باسط کے پاس سے گزری۔
ہیں ہیں لڑکی تم کس کی شامت بلا کے آئی ہو۔۔اور بھینس کا خطاب کس کو دیا جا رہا ہے۔۔۔

منہ سے تو کچھ نہ بولی مگر رخ موڑ کر کینٹین میں موجود اس خبطی انسان کو دیکھنے لگی۔۔

۔۔پھر سے وہی غلطی! میں نے تمہیں کہا تھا نہ کہ اسے ربورٹ سمجھو۔اور تم نے سیدھا سادہ اسے بھینس بنا ڈالا۔ارے پاگل اس کا تو دور دور سے دودھ سے کوئی تعلق نہیں اسنے تو فیڈر بھی ایک سال

کی عمر میں چھوڑ دیا ہو گا۔وہ تو کافی بھی بنا دودھ کے پیتا ہے۔البتہ تم اسے سانڈ کہہ سکتی ہو۔۔باسط بھی شاید کوئی پرانا حساب چکتا کر رہا تھا۔

باسط کے منہ سے اس کے لیے تعریفی کلمات سن کر مرھا اسلام کی روح تک ٹھنڈی ہو چکی تھی۔وہ دیر تک اپنی ڈیسک پر بیٹھ کر ہنستی رہی۔

گلاس وال کے پار بیٹھا انسان اسے اپنی نظروں کے حصار میں لیے ہوئے تھا۔۔

"یار من !

میرے بے ترتیب الفاظ کچھ بھی ہو ں،

میرا تذکرہ تم ہو ،

میری تشریح تم ہو ،

میری محبت تم ہو "

مرھا سارے دن کی تھکی ہاری گھر پہنچی۔تو ماں کو پریشان دیکھا۔وہ ماں کی پریشانی سے بخوبی واقف تھی ۔مگر اس کے اختیار میں نہیں تھا کہ ماں کا ہاتھ پکڑ کے انہیں دکھ سے نکال دیتی۔

۔ومسز اسلام کون سے خیالوں میں گم ہیں کہ اکلوتی بیٹی کے گھر آنے کا پتہ بھی نہیں چلا۔ابھی میری جگہ مسٹر اسلام آتے تو آپ اور ان کی راہوں میں پھول لے کر کھڑی ہوتیں۔

۔۔بہارو پھول برساؤ میرا محبوب آیا ہے۔۔۔اس کی بے تکی تان پر ماں ذرا سا مسکرائی۔۔۔

۔

کتنی بار کہا ہے کہ تمہیں نوکری کی کیا ضرورت ہے اچھی خاصی تو آمدنی ہے۔گھر کے کام نہیں سکتی۔ تمہارے ساتھ کیا کوئی ملازم جانا ہے۔۔

ماں کی ڈانٹ کا اس پر جو رتی برابر اثر ہوا ہوتا۔۔۔

۔۔کر نہیں نہیں میرے ساتھ ماسی نہیں جائے گی بلکہ مجھے لینے تو کوئی شہزادہ آئے گا جو مجھے منہ دکھائی میں ملازموں کی لمبی لائن دے گا۔ صبح اٹھتے ہی ملازمہ میرے لئے جوس کا گلاس پکڑ کر تیار کھڑی ہوگی۔سنگ مرمر پہ پاؤں رکھوں گی ملائم سا جوتا میرے پاؤں میں پہنا دیا جائے۔میرے فریش ہو کر آنے سے پہلے دوسری ملازمہ میرے لئے چائے اور ناشتہ لے کر تیار کھڑی ہو گئی۔ناشتے میں طرح طرح کے کھانے ہوں گے۔مجھے ململ کا لمبا سا خوبصورت گاون پہنایا جائے گا۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ اپنے نامکمل خوابوں کو مکمل کرتی۔ماں کے ایک جملے نے اس کی بولتی بند کروا دی۔

کل ثریا بیگم سے کہتی ہو کوئی مناسب رشتہ ڈھونڈیں۔تمہاری زبان جس حساب سے لمبی ہوتی جارہی ہے کچھ سالوں تک شہزادہ تو کیا کوئی جمعدار بھی اس گھر میں نہیں آئے گا۔۔۔۔

امی آپ کو قدر ہی نہیں ہے۔۔وہ جمعدار کے نام سے چڑ گی۔
ایک دنیا مجھے Hell queen کے نام سے جانتی ہے۔۔۔

اسی ہیل پہ تمہیں تمہاری ٹانگیں توڑ کے بٹھا اُوں گی پھر جہنم کے باسیوں سے بھیک مانگتی رہنا۔۔۔
وہ جو اپنے فن پہ بہت نازاں تھی اتنا سامنہ لے کر کمرے کی طرف چل دی۔۔۔۔

وہ اپنی پندرہ منٹ کی بریک میں ہاتھ میں سینڈوچ لیے کھانے کو تیار تھی۔
جب مستجاب نے کینٹین کی طرف جاتے ہوئے اس کے کانوں میں موجود ہینڈ فری دیکھ کر خفت سے اس کے بینچ کو بجایا۔۔۔

۔محترمہ آپ یہاں ڈسکو سننے نہیں آتی کام کرنے آتی ہیں جلدی کھائیں اور کام کی طرف توجہ دیں۔ آپ کی ایک غلط پروگرامنگ میری پوری امپائر کا تاثر غلط دے سکتی ہے۔۔۔۔

اتنے سے عرصے میں یہ کوئی بارہویں دفعہ ہوا تھا کہ مستجاب نے اسے اس طرح ہینڈ فری لگانے سے منع کیا تھا۔

حاجی صاحب جیسے یہ امپائر میرے ناتواں کندھوں پر کھڑی ہے۔

وہ اس سے پہلے کہ خود سے باتیں کرتی ہوئی دوبارہ کھانے میں مصروف ہوتی۔مستجاب انہی قدموں پر واپس گھوما

۔مجھے تم نے ویب پیج ڈیزائن کیا تھا اس کو۔خریدنے کے لئے کل ایک پارٹی آرہی ہے اپنی پریزنٹیشن کو پرفیکٹ رکھنا۔اور ذرا ڈھنگ کے حلیے میں آنا۔یہ جینز اور کرتے پروفیشنلز والی لک نہیں دیتے۔میں چاہتا ہوں کہ میرا ہر ورکر اپنے کام کو لے کر انتہائی سنجیدہ نظر آئے۔کپڑے خریدنے کے پیسے نہ ہوں تم مجھ سے لے لینا۔۔۔۔

اس کرخت لہجے پر وہ کچھ کہتی مستجاب نے پھر سے کوئی گرم ویکس اس کے کانوں میں انڈیلی۔۔۔

۔اور ہاں اپنی ان زلفوں کو کسی رسی سے باندھ کر آنا اکثر ادھر ادھر اڑتی ہوئی نظر آتی ہیں ہو سکے تو دس روپے کی پونی ڈال آنا۔۔۔۔

اس کا مطلب ہے کہ آپ کا آج کل سارا دھیان مجھ پہ ہی ہے۔شاید سٹی ہب میں کام کی کمی ہو گئی ہے۔میرے بالوں تک پہ آپ کی نظر ہے۔۔
اپنی بات مکمل کر کے جانے ہی والا تھا کہ مرحا کے سخت الفاظوں نے اس کے قدم روک لیا۔۔
آپ کو کسی نے اپنے باس سے بات کرنے کی تمیز نہیں سکھائی۔شاید مجھے آپ کو کام کے ساتھ ساتھ تمیز کی بھی ایکسٹرا کلاس دینی پڑیں گی۔۔۔

۔۔مجھ سے زیادہ تو ان کلاسیز کی شاید کسی اور کو ضرورت ہے۔۔۔

کیا کہا تم نے ایک دفعہ دو بارہ کہو۔مستجاب اب کی بار زرا غصے میں بولا

نہیں نہیں آپ کو تو نہیں کہہ رہی وہ میں تو اسد کو کہہ رہی تھی۔۔۔

اسد جو پاس سے کوئی فائل فوٹو کاپی کر کے لے جا رہا تھا اپنے نام پر رکا جیسے کہہ رہا ہو اب میں نے کیا کر دیا ؟

۔۔جانتا ہوں میں اچھے سے کس کو کہا ہے۔میرے پاس اتنا فضول ٹائم نہیں کہ تم جیسی شیطان کی خالہ پر ضائع کر دو۔اگر پریزنٹیشن پرفیکٹ نہ ہوئی پارٹی نے ویب سائٹ نہ خریدی۔تو تمہیں باہر کا رستہ دکھانے کے ساتھ ساتھ تمہارے اس موبائل اور ہینڈ فری کو بھی کسی گٹر میں پھینک آؤنگا۔۔

اپنے اکلوتے موبائل اور ہینڈ فری کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتی تھی فورا سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور اور خود کو کام میں مصروف ظاہر کرنے لگی۔۔۔

۔۔آخر میں اس لڑکی کو برداشت کیوں کر رہا ہوں۔اس کی تیز چلتی لمبی زبان کی وجہ سے یہ لڑکی مجھ سے ضائع ہو جائے گی کسی دن۔۔۔۔
باسط اس کے عزائم بھانپتے ہوئے کھل کر مسکرایا۔۔۔

شیرنی لگی ہے یہ لڑکی۔تیرے جیسے سانڈ کو بھی اس نے نتھ ڈال دی۔جیو شہزادی
باسط بہت چہک رہا تھا۔۔۔

۔۔اس سے پہلے کے تجھے بھی اس کے ساتھ گٹر میں پھینک دو دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔

مستجاب کا غصے سے بھرا چہرہ دیکھ کر وہ ہنستا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

مرھا کے پاس سے گزرتے ہوئے بلا

جیو لڑکی تم تو آتے ہی چھا گئی ہو۔شاد رہو آباد رہو۔

وہ نا سمجھی سے اس کو دیکھنے لگی کندھے اچکا کر دوبارہ کام میں لگ گی۔

وہ چھ لوگ آج پھر چاچا افضل کے ڈھابے پر موجود تھے کاشی گینگ کے خلاف کوئی ٹھوس منصوبہ بنا رہے تھے۔

وہ آج کل کوئی نیا پروجیکٹ شروع کرنے والا ہے شاید کوئی بڑا شاپنگ مال بنانے والا ہے

وہ اس مال کی آن لائن سروس بھی دینا چاہتا ہے۔وہ اپنے آفیشل کاموں کے لیےجو غیر قانونی طریقے سے ہونے ہیں بازل کو منتخب کر چکا ہے۔رہی آن لائن سروس کی بات تو ٹائیگر تم اسے قائل کرو گے۔تاکہ اس کا سر بھی ہمارے گرفت میں ہو اور دھڑ بھی۔۔۔

میجر ان سب کو مشن کی ہدایات دے رہا

۔۔میں پہلے ہی ویب پیج ڈیزائن کر چکا ہوں وہ صبح سٹی ہب آرہا ہے۔مجھے امید ہے کہ شیطان کی خالہ اسے قائل کرلے گی۔وہ بے دھیانی میں بولا۔۔۔

یہ تم کس ماسی خالہ کا ذکر کر رہے ہو ؟؟جنید نے فورا پوچھا

وہ شرمندہ ہو کر کان کھجانے لگا۔۔پرانی عادت تھی کہیں اٹک جاتا تھا تو بائیں کان کی لو پکڑ کر نیچے کو کھینچتا تھا۔

اپنے دوستوں کے بھی کان کھینچ کر ان کو چڑھاتا تھا

مجھے لگتا ہے کسی لڑکی کا ذکر ہے۔باسط یار ہمیں بھی ملوا اس مائی کی لعل سے۔۔بازل بولا۔

اب وہ سب مل کر اس کا بینڈ بجانے والے تھے۔باسط اس کے مرھاکے ساتھ قصے ان کو سناتا رہتا ہے۔وہ سب اس لڑکی سے بے تابی سے ملنا چاہتے تھے۔مگر مستجاب ایسا نہیں چاہتا جانتا ہے نا یہ سب مرھاکے سامنے اس کا ریکارڈ لگا دیں گے

آج یونیورسٹی میں کلچرل ڈے کی نسبت سے سب طلباء تھیم کلر کی نسبت سے تیار ہو کر آئے تھے۔ مرھاکے ڈیپارٹمنٹ کا تھیم کلر سرخ تھا۔خوبصورت سی لمبی ریشمی سرخ فراک کے ساتھ چوڑی دار پاجامہ اور بڑا سا ریشمی دوپٹہ جس کے بارڈر پر خوبصورت سی گوٹا کناری کا کام ہوا تھا۔دوپٹے پر جڑے شیشے کپڑے کی نفاست کو اور نکھار رہے تھے۔لمبے بال جو اس کی توجہ کو ترستے تھے آج شزا کی

بدولت اور بھی خوبصورت لگ رہے تھے۔کیونکہ شزا اس کو زبردستی پارلر لے گئی تھی۔جیولری کے نام پر گلے میں ایک چھوٹا سا پینڈنٹ کانوں میں خوبصورت سے موتی اور دائیں ہاتھ کی پہلی انگلی میں اک نازک سی رنگ جس میں صرف ایک ہی موتی جڑا تھا۔بالوں کی فرنچ ٹیل بنا کر اونچی پونی میں بالوں کو باندھ رکھا تھا۔بال طریقے سے بندے تھے اس لیے اس کی گردن کا تل چاند پر داغ کی صورت لگ رہا تھا۔یہ سادہ سی لڑکی ان تمام لڑکیوں سے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی جو دو گھنٹے کی محنت کے بعد جا کر تیار ہوتی تھی۔۔

وہ سہج سہج کر چلتی ہوئی اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔دور کہیں بیٹھے عمر کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی تھی۔

جی میں آپ۔۔۔!!مجھے لگتا ہے میں نے پہلے بھی کہیں آپ کو دیکھا۔کہیں باہر ہی دیکھا ہوگا اتنی خوبصورت لڑکی ہماری یونیورسٹی میں تو نہیں ہے کوئی۔

بکو مت جلدی چلو میں پہلے ہی لیٹ ہوں۔۔۔وہ عمر کے سامنے ذرا خفیف سا مسکرائی۔

۔پورا دن اس نے اپنے گرد عمر کی نظروں کی تپش محسوس کی۔مگر وہاں کوئی اور بھی تھا جو یہ سب نوٹ کر رہا تھا۔

۔۔مجھے لگتا ہے کہ عمر تم میں انٹرسٹڈ ہے۔شزا نے روکھے سے انداز سے کہا

۔۔مذاق کر رہی ہو۔بیوقوف سمجھا ہے مجھے اس کے تو ہر روز نئے ڈرامے ہوتے ہیں۔ہر دوسری لڑکی پر تو اس کا دل آجاتا ہے۔
مرھا نے بیزاری سے جواب دیا۔

۔۔اگر وہ تمہارے لئے سچ میں سنجیدہ ہوا تو۔۔شزا شاید اس کے دل کو ٹٹول رہی تھی

۔۔ایسا نہیں ہو سکتا ہم دوست ہیں اور دوست ہی رہیں گے۔میں شادی اس سے کروں گی جو میرے ساتھ میرے ماں باپ کو بھی پیار کرسکے۔میں اپنے ماں باپ کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔دوسرے لفظوں میں مجھے شوہر نہیں گھر داماد چاہیے۔
مرھا بہت رسانیت سے بھول گئی تھی۔

۔۔تمہارے لئے میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں مگر پھر لگتا ہے اپنے جذبوں کو زبان دوں گا تو دوستی سے بھی جاؤں گا مجھے گوارا نہیں کہ تم مجھ سے دور جاؤ کبھی۔ایک نہ ایک دن میں تمہیں ضرور اپنے دل کا حال سناؤں گا۔لیکن شاید ابھی وقت مناسب نہیں ہے۔پہلے مجھے تمہارے دل میں اپنے لیے

محبت ڈالنی ہو گی تاکہ تم انکار نہ کر سکو۔۔عمر نے ان دونوں کی باتیں سنتے ہوے اپنے بے قابو ہوئے جاتے دل کو سمجھایا۔

تقریب اختتام پذیر ہوئی مرھا کافی لیٹ ہو چکی تھی۔آج اس کی سٹی ہب میں پہلی اور بہت اہم پریزنٹیشن تھی۔وہ ذرا جلدی پہنچنا چاہتی تھی مگر دو بج چکے تھے۔شزا پہلے ہی جا چکی تھی۔عموما وہ اسی کی گاڑی میں آفس جایا کرتی تھی ورنہ کیب لے لیتی۔آج موسم کی خرابی کی وجہ سے رائڈ بھی ملنا مشکل تھی۔وہ پریشانی میں سڑک کے کنارے کھڑی تھی کہ اچانک گاڑی آ کے اس کے قریب رکی اور لفٹ کی آفر ہوئی۔اس نے شکر ادا کیا اور جھٹ سے گاڑی میں بیٹھ گئی

۔۔شکر ہے یار عمر تم اس بار رحمت کا فرشتہ بن کر آئے ہو۔تمہیں پتہ ہے میں بہت پریشان تھی جتنا آج جلدی پہنچنا تھا اتنا ہی لیٹ ہوئی۔۔مرھا گاڑی میں بیٹھتے ہیں شکریہ ادا کرنے لگی۔

۔آپ بس ایک حکم کیا کریں غلام حاضر ہو جائے گا۔اگر میں خوبصورت لڑکیوں کے کام آؤں گا تو مجھے لگے گا میری زندگی سفل ہوئی۔۔۔۔

گاڑی دھیان سے چلاؤ تمہاری حرکتیں دیکھ کر لگتا ہے ہم آفس نہیں بلکہ ہسپتال تک لازمی پہنچ جائیں گے۔۔اس کی نظروں کو خود پر محسوس کرتے ہوئے مرھا نے اس کی توجہ دوسری طرف کروائی

فکر نہ کرو لڑکی مجھے ابھی مرنے کا کوئی شوق نہیں۔ویسے بھی ابھی میں نے دیکھا ہی کیا ہے ابھی تو میں نے ایک عدد خوبصورت بیوی بھی پٹانی ہے۔پھر کم ازکم دس بارہ بچے۔۔۔۔۔۔

پھر شروع ہو گی نہ تمہاری بکواس۔اب اگر تم نے ایک اور لفظ بھی فضول بولا تو میں تمہیں گاڑی سے دھکا دے دوں گی اور تمہاری گاڑی کو اغوا کر کے لے جاؤں گی۔مرھا چڑ کے بولی۔

وہ اب عمر کی ذومعنی باتوں کا مفہوم سمجھنے لگی تھی۔شیزہ کی باتوں نے اس کے وہم کو آج سچ ثابت کر دیا تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

مستجاب اپنی گاڑی پارکنگ لاٹ میں کھڑی کر رہا تھا جب اس کی نظر میں مرہا پر پڑی وہ گاڑی سے اترتے ہوئے عمر کو ہاتھ سے بائے کا اشارہ کر رہی تھی۔

وہ اس پر ایک خفیف سی نظر ڈال کر لفٹ کی طرف بڑھ گیا اس سے پہلے کہ لفٹ کا دروازہ بند ہوتا مرھا بھاگتے ہوئے دروازے کے سامنے آی۔مستجاب کو دیکھ کر ایک لمحے کے لئے رک گئی۔

مس اور اندر آئیں گی کہ آپ کے لئے کوئی سرسوں کا تیل انڈیلا جائے۔

جی! اس نے نا سمجھی سے مستجاب کو دیکھا

جب دلہن پہلی بار جب گھر آتی ہے تو دہلیز پر تیل ڈالا جاتا ہے نا مجھے لگا شاید آپ کے بھی یہی ارادے ہیں۔ آپ بھی بالکل آج دلہن بن کر ہی تو آئیں ہیں بس دلھا نظر نہیں آ رہا ساتھ۔

مستجاب نے اس کی ریڈ فراک پر چوٹ کی۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی مقابل پھر سے بولا

۔۔میں نے کہا تھا پروفیشنل ڈریس پہن کر آئیں گی آپ یہ ٹینٹ کس خوشی میں اوڑھ ائی ہیں۔؟

۔۔میری یونیورسٹی میں آج کلچرل ڈے تھا۔لیٹ ہوگئی تھی تو چینج کرنے کا ٹائم نہیں ملا میرے پاس کپڑے ہیں اس بیگ میں۔وہ روہانسی ہوئی۔

اتنا ٹائم گاڑی سے اترتے ہوئے باتیں کرتے ہوئے لگایا ہے سب نہ کرتی تو جلدی پہنچ جاتی۔۔۔

مستجاب کو اس کے ساتھ لڑکا پسند نہیں آیا تھا۔وہ بات مکمل کرکے اپنے آفس کی طرف بڑھ گیا

اپنے ڈیسک ٹاپ پر جاتے ہی وہ پریزنٹیشن کی دہرائی کرنے لگی۔گلاس وال کے پار بیٹھا انسان آج اپنی آنکھوں کو بے قابو میں محسوس کر رہا تھا۔بالوں کو اونچی پونی میں باندھنے کی وجہ سے اس کی گردن کا تل نمایاں تھا۔یہی مستجاب کے لئے کمزور لمحہ تھا۔

"تیری گردن کے اس تل پر
فدا مشرقی تہذیب ساری "

اس سے پہلے کہ وہ کپڑے چینج کرتی۔اسے پارٹی کے پہنچنے کی اطلاع ملی۔وہ اسی حلیے میں میٹنگ روم کی طرف بڑھ گئے۔

مہمانوں کو پہلے چائے سرو کی گئی۔مین چیر پر مستجاب حیدر بیٹھے تھے ساتھ ہی دائیں طرف باسط مرحا اور عظیم صاحب بیٹھے تھے۔سامنے کی کرسیوں پر پارٹی بی کہ لوگ موجود تھے۔

پارٹی بی کے لیڈر کی نظریں مرحا کے چہرے پر ہیں جمی تھیں۔اگرچہ مستجاب اپنے جزبوں کو کوئی نام نہیں دیتا مگر اس کو کو گوارا کب تھا کہ کوئی اور بھی اس کو اپنی نظروں میں رکھے۔

اگر سب تیار ہیں تو شروع کریں

اس نے کاشف کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا

وہ سٹپٹا گیا۔جیسے چوری پکڑی گئی ہو

جی جی ضرور۔۔۔اتنا ہی کہہ پایا

میٹنگ کا آغاز ہوا وہ اپنی دھڑکتے دل کے ساتھ پریزنٹیشن دینے کے لیے ڈائز پہ آئی۔بیس منٹ کی پریزنٹیشن کے بعد اس کو بیٹھنے کا اشارہ کیا گیا۔مختصر سی بات چیت کے بعد پارٹی بی سے ان کا فیصلہ پوچھا گیا۔

۔۔ڈیزائننگ تو اچھی ہے پیج کی۔مگر میں نے واضح کہا تھا کہ مجھے ہر آئٹم کے لئے الگ الگ پارٹیشن چاہیے۔مگر مجھے لگتا ہے آپ نے ہماری نہیں اپنی خواہش کے مطابق پیج ڈیزائن کیا ہے۔کاشف صاحب خوش نظر نہیں آرہے تھے

۔۔ہم دوبارہ بنادیتے ہیں اور انشاء اللہ آپ کو پسند آئے گا۔اب غلطی نہیں ہوگی۔باسط نے بات سنبھالنے کی کوشش کی

۔دوبارہ آنے کا وقت نہیں ہے میرے پاس۔میں ہر کسی کو دوسرا موقع دینے کا قائل نہیں ہوں۔

مستجاب حیدر اس سارے معاملے میں چپ بیٹھا تھا۔مرھا الگ پریشان نظر آ رہی تھی۔

"میرا کریر تو شروع ہونے سے پہلے ہی ختم" مرھا نے پریشان نظر ماحول کا جائزہ لیا

پارٹی بی کہ لوگ جانے کے لیے کرسیوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔باسط ان کو قائل کر رہا تھا مگر وہ کسی صورت بات سننے کو تیار نہ تھےاس سے پہلے کہ وہ دروازے کی طرف بڑھتے۔اچانک مرھا کی آواز سنائی دی

سر کیا آپ مجھے آٹوگراف دینا پسند کریں گے۔
کاشف صاحب نے نہ سمجھی سے اس لڑکی کو دیکھا۔

اصل میں سر آج میری پہلی پریزنٹیشن تھی میں آپ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہتے ہیں اگر یہ لوگ مجھے یہ نکال دیں گے تب بھی یاد رکھو گی کہ آپ کی وجہ سے نکالا گیا تھا۔اگر آپ دوبارہ موقع دیں گے تو یاد رکھو گی آپ ہی کی وجہ سے مجھے دوبارہ یہاں رہنے کا موقع ملا۔ان شاٹ میرا کریئر اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔

ویسے آٹوگراف مانگنے کی ایک اور وجہ بھی ہے۔میں آپ سے واقعی میں بہت متاثر ہوئی ہوں آپ کا تعلق آئی ٹی سے نہیں ہے۔پھر بھی آپ نے باریک بینی سے ہر چیز کا جائزہ لیا۔آپ باقی میں ایک اچھے بزنس مین ہیں ۔

اب کی بار مستجاب حیدر بولنے کے لئے ان کی طرف بڑھے۔

اگر اس سے پہلے ہی کاشف کی ایک بار پھر آواز سنائی دی۔

مستجاب مجھے تمہاری پریزنٹیشن تو پسند نہیں آئی مگر اس لڑکی کی پراعتمادی پسند آئی ہے۔ہم دوبارہ موقع دیتے ہیں مگر صرف بیس منٹ۔ہم لنچ بریک کے بعد اسی جگہ ملیں گے۔۔

اس کمرے میں موجود تمام زی روح حیران تھے۔مستجاب کو مسکراتے ہوئے مرحا نے پہلی دفعہ دیکھا۔ اس کے چہرے پہ بالکل ویسے ہی ڈمپل پڑتا تھا جیسا اس کے والد کے چہرے پہ۔

وہ اس کی مسکراہٹ کو ٹھہر کر دیکھ رہی تھی۔یا وقت رکنے کا انتظار کر رہی تھی۔۔

باسط نے گڈ جاب کہا اور اس سکتا ٹوٹا۔

بیس منٹ کے بعد پریزنٹیشن کو اپروول مل گیا تھا۔پروجیکٹ سٹی ہب کے حصے میں آیا تھا۔ وہاں جشن کا سا سماں تھا۔مستجاب نے فوراپینتھر گینگ کے گروپ میں میسج کیا۔ڈیل ڈن Deal done

۔۔تم نے آج واقعی میں بہادری کا کام کیا ہے لڑکی۔عالی جا!تم سے خوش ہوے۔مانگو کیا مانگتی ہو

باسط آج اس بادشاہ کی طرح خوش تھا جس کو بغیر جنگ کے ہیں فتح ہوئی تھی۔۔۔۔

نہیں مجھے کچھ نہیں چاہئے۔یہ تو کنیز کا فرض تھا۔اس نے کنیزوں کی طرح سر کو خم کیا۔

موسم کافی خراب تھا۔اس طرح کے موسم میں گھر جانا ممکن نہیں تھا۔وہ پریشان سی اپنے ڈیسک پر بیٹھی تھی۔مستجاب اس کے عین برابر آکر کرسی پر بیٹھا۔ہاتھ میں پکڑے دو کافی مگ سے ایک مگ اس کی طرف کیا

مرحانے حیرانی سے مستجاب کو دیکھا آج پہلی بار وہ اس کے پاس بیٹھا تھا۔

۔۔ایسے کیا دیکھ رہی ہو زہر نہیں ملائی۔ویسے بھی ابھی ضرورت ہے تمہاری۔تم نے آج ایک اچھا کام کیا ہے۔سوچا تمہیں انعام دیا جائے۔تم خوش قسمت ہو میں نے آج تک کسی کے لیے کافی نہیں بنائی۔ یہ اعزاز فقط تمہارے حصے میں آیا ہے۔

ایک بار پھر اس کے ڈمپل نمایاں ہوئے۔وہ ایک بار پھر سکتے میں چلے گئ۔

'دعا ہے وہ لمحے جن میں تم مسکراؤ وہ ساکن ٹھہریں'۔مرحا کے دل نے سرگوشی کی

اس نی بے دھیانی میں مگ اٹھایا۔گرم کافی چھلک کر اس کے ہاتھ پر گر گئ۔اس کا سکتا ٹوٹا۔اس کی ہلکی سی چیخ بھری
مستجاب بجلی کی طرح اٹھ کے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے چکا تھا۔

۔۔لڑکی پاگل ہو گئی ہو کیا۔حد ہوتی ہے یار۔

وہ اسے کھینچ کے اپنے ساتھ کچن میں سنک کی طرف لے گیا۔

وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں اس کے پیچھے پیچھے چلتی رہی اسے اپنی ہاتھ پر جلن کا احساس تک نہیں ہو رہا تھا۔ مگر مقابل کا دل ضرور جل رہا تھا۔ ٹھنڈے پانی کے نیچے ہاتھ تو مرھا کا تھا مگر ٹھنڈک مستجاب کے دل کو مل رہی تھی۔

اس نے اس کو کچن میں موجود کرسی پر بٹھایا اور تیزی سے کچن میں کیبینٹ ٹٹولنے لگا۔

"کہاں رکھ دی یار یہی تو ائنٹمنٹ ہونی چاہیے۔"بلا آخر اسے اپنے مطلب کی چیز ملی

وہ کرسی پر بیٹھی پتھر کی مورت کی طرف بڑھا۔

اپنے پیروں کے بل کرسی کے پاس نیچے بیٹھا

اس نے پھر مرھا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

مرھا نے اس کے ہاتھ کی گرمائش اپنے اندر اترتی محسوس کی۔

اس نے بہت نرمی سے اس کے جلے ہوئے ہاتھ پر کریم کی تہہ لگائی۔ پھر پھونک مار کر زخم کو اپنے سانسوں کی حرارت دینے لگا۔

مرھا عادل بے لگام گھوڑے کی طرح دوڑنے لگا

مستجاب اس کی تیز دھڑکن محسوس کرتے ہوئے اپنے تیز دھڑکتے دل کو سمجھنے سے قاصر تھا۔

وہ پھر پیچھے ہوا۔اور اپنے آفس کی طرف بڑھ گیا۔وہ ویسے ہی پتھر کی مورت بنی ساکن بیٹھی اپنے ہاتھوں کو دیکھتی رہی۔

مستجاب نے آتے ہی اپنا ہاتھ دل پہ رکھا
۔۔تمہیں کیا ہوا ہے تم ایسے بے قابو کیوں ہوتے جا رہے ہو۔اس کی آنکھیں تمہیں اپنی طرف بلاتی ہیں۔اس کے بال تمہیں پاگل کرتے ہیں اور وہ ، وہ اس کی گردن کا تل اس سے بھی تو تم مدہوش ہوتے ہو۔۔کیا میں اس سے محبت کرنے لگا ہوں۔؟
مستجاب کیا تم نہیں جانتے تم جس سے محبت کرتے ہو اس کو تم سے چھین لیا جاتا ہے باپ ما اپنا۔کیا تم ابھی بھی اک اور تجربے میں پڑنا چاہتے ہو۔۔

ایک دم زور سے بجلی گرجنے کی آواز آئی۔اور ایک جھلک کے ساتھ بجلی چلی گئی۔اسے ایک چیخ سنائی دی۔اس وقت آفس میں صرف وہ دو ہی موجود تھے۔موسم کی خرابی کی وجہ سے سب لوگ جا چکے تھے۔وہ دونوں ہی اس پریزنٹیشن کے لئے کافی مصروف تھے وقت کا احساس تک نہیں رہا تھا۔

ہر طرف اندھیرا تھا۔موبائل کی ٹارچ آن کرکے وہ چیخ کی طرف بھاگا۔
اچانک سے کوئی ذی روح اس سے ٹکرایا۔ٹکرانے والا اس لمس سے شاید واقف تھا۔

۔۔سر لائٹ چلی گئی۔مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔

وہ اس سے چپکی ہوئی تھی۔

مستجاب نے اپنا بازو اس کے گرد حمائل کرنا چاہا۔مگر ایک دم پورا حال روشن ہو گیا۔جنریٹر چلا دیے گئے تھے

وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہوئی۔

اس کی شرمندگی دیکھتے ہوئے وہ ایک دم بولا "تو شیطان کی خالہ اندھیرے سے ڈرتی ہے"

اس کو چپ پا کر وہ پھر گویا ہوا۔

۔۔آج کیب سے مت جانا موسم خراب ہے۔میں تمہیں ڈراپ کر دوں گا۔دور کہیں مغرب کی اذان سنائی دی۔۔

ٹھیک ہے سر۔کیا آپ مجھے دس منٹ دیں گے میں نماز پڑھ لوں گھر جاتے جاتے قضا ہو جائے گی۔۔۔

تم نماز بھی پڑھتی ہو ؟ مقابل کے سوال پر وہ حیران ہوئی

جی سب ہی پڑھتے ہیں۔کیا آپ نہیں پڑھتے ؟

نہیں میں نہیں پڑھتا مجھے سب کچھ بغیر دعا کے ہی مل جاتا ہے۔ویسے بھی وہ تو خدا ہے ہر جگہ موجود ہیں تو اسے کبھی بھی کسی بھی حالت میں مانگا جا سکتا ہے نماز ضروری تو نہیں۔۔

اب کی بار وہ کافی حیران ہوئی

۔۔میں نماز اس لیے نہیں پڑھتی کہ میں اس سے مانگتی ہوں اس لیے پڑھتی ہوں کیونکہ مجھ پہ فرض ہے مجھے سکون ملتا ہے۔ویسے بھی اگر کچھ مانگنا بھی ہو تو دینے والے کی بارگاہ میں جاکر ہی مانگنا چاہیے۔مانگنے کا بھی مزا آتا ہے اور دینے والے کو دینے کا بھی مزا آتا ہے۔۔۔

وہ کہتے ہوئے وضو کرنے کے لیے بڑھ گئی۔
اس نے کچن میں جائے نماز بچھایا اور نماز کیلئے کھڑی ہوئی

مستجاب کھڑکی سے اس کو دیکھتا رہا بہت عرصے بعد اس نے نماز پڑھتے ہوئے کسی کو دیکھا تھا۔جاپان جا کے وہ اپنے مذہب سے کافی دور ہوا تھا۔وہ اپنے رب سے خفا ہو گیا تھا ماں باپ چھین لیے تھے اور آئینہ بھی تو چلی گئی تھی۔وہ ہر طرف سے شیطان کے بہکاوے میں جکڑا ہوا تھا۔مگر یہ لڑکی اس کا حصار توڑنے کے لئے تیار تھی۔

مرحا نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائیے۔مستجاب کا دل کیا کی وہ جو مانگےاس کے ہاتھ گرنے سے پہلے وہ اسے مل جائے۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ گھر جانے کے لئے اس کی گاڑی میں موجود تھی۔وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ڈرایو کر رہا تھا سنجیدہ مزاج تو شروع سے ہی تھا

مگر وہ اب کچھ اداس نظر آ رہا تھا۔
مرحا نے اپنے بیگ سے موبائل نکالا۔ہینڈ فری کانوں میں لگا کر ایک نظر اس کو دیکھا اور رخ موڑ کر ونڈو کے پار دیکھنے لگی
موسم خرابی کی وجہ سے سڑک پر بہت رش ہے۔شاید سبھی کو آج گھر پہنچنے کی بہت جلدی تھی۔
گاڑی ایک سگنل پر رکی۔مستجاب نے اس کو دیکھا۔اسے جیسے کوی چڑ تھی اس کے ہینڈ فری سے

۔۔یہ آخر تم ہر وقت کیا سنتی رہتی ہو ؟

مستجاب نے اس کے کان سے ایک سائیڈ کا ایئرپوٹ کھینچا اور اپنے کان میں لگایا۔وہ اس کی اس حرکت پر شاک ہوئی۔پہلے یہ وہ اس کو نظر بھر کے دیکھتا بھی نہیں تھا اور آپ کو اس کے ہر پل قریب ہوتا جا رہا ہے

"وہ جو اپنی جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم دیا۔اور نیکوکاروں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں ۲۲
اور اس(عورت)نے جس گھر میں وہ تھا اسے ورغلایا اور دروازے بند کر لیے اور بولی' آ بھی جاؤ'۔ اس نے کہا' اللہ کی پناہ! میرے آقا نے مجھے بہترین جگہ دی ہے۔بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے ۲۳ سورہ یوسف

ایئرپورٹ سے آتی ہوئی آواز سے اس نے مقابل کو ساکت ہو کر دیکھا۔جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو۔ان الفاظ کا کیا مطلب ہے۔؟

۔۔مجھے قران پاک تفسیر سے پڑھنے کا ٹائم نہیں ملتا۔تو اس لئے جب بھی مجھے ٹائم ملتا ہے میں سن لیتی ہوں۔۔۔

۔۔تم اپنے رب سے بہت محبت کرتی ہو نا۔۔۔

ہاں بہت !

کیوں ایسا کیا ہے رب میں ؟

میرے رب میں وہ تمام صفات موجود ہیں کہ اس سے سے محبت کی جائے۔۔۔

مثلا؟ ایک اور سوال

بہت سی صفات ہیں۔جیسے سورہ یوسف کی ہی مثال لے لیں یہ جو آپ نے ابھی آیات سنی ہے۔سورہ یوسف کی ہی ہے
سر آپ کو پتہ ہے میں نے سورہ یوسف سے کیا سیکھا؟؟
گروپ موڑ کر اس کی طرف بیٹھ گئی۔گرین سگنل آن ہوا گاڑی پھر سے چلنے لگی

میں نے سیکھا ہے بیماروں کو شفا دے دی جاتی ہو۔۔۔۔
زخم بھر دیے جاتے ہیں۔۔۔
ظالموں کی سفاکیت عیاں ہو جاتی ہے۔۔۔۔

کھوئے ہوئے مل جاتے ہیں۔۔۔۔

مشکلیں آسانیوں میں بدل دی جاتی ہیں۔۔۔۔

غم خوشیوں میں بدل دیے جاتے ہیں۔۔۔

بے شک سب اللہ کے حکم سے۔۔۔

کیا سچ میں کھوئے ہوئے مل جاتے ہیں مرحا؟

وہ کسی وجہ سے اس نکتے کی یقین دہانی چاہتا تھا

جی ہاں مجھے یقین ہے۔۔۔

کیا تم مجھے قرآن سکھاؤں گی؟

قرآن کو سیکھا نہیں جاتا سمجھا جاتا ہے سر۔

تو کیا پھر تم مجھے سمجھاؤں گی ؟

۔۔کوشش کروں گی۔کیونکہ قرآن کی آیات پہیلیاں ہیں اور ہر کسی کو پہلی اپنے طریقے سے حل کرنا ہوتی ہے۔

۔۔مجھے نہیں لگتا کہ میں اکیلے اس کو حل کر سکوں گا۔۔

۔۔ہم اکیلے کبھی نہیں ہوتے مستجاب حیدر! اللہ ہمارے ساتھ ہر جگہ ہوتا ہے۔اور پھر جس کو اللہ کا ساتھ مل جائے وہ کبھی اکیلا نہیں رہتا۔

وہ عشاء کی نماز پڑھ کر لیتی تھی اسے مستجاب کی باتیں یاد آئیں۔جس ایپ سے وہ خود تفسیر سیکھ رہی تھی۔اس نے وہ لنک مستجاب کو سینڈ کیا۔۔۔

مستجاب ابھی بھی لیٹ آپ کے سامنے آ بیٹھا کچھ مصروف سا دکھائی دیتا تھا۔اس کے موبائل فون پی ٹیون سنائی دی۔

مرہا کا نام دیکھ کر وہ چونک گیا

میسج اوپن کیا وہ ایک لنک تھا اس نے ایپ کھولی۔وہ سمجھ گیا کہ مرہا کیا چاہتی ہے۔

اس نے ایپ کو اپنے سیل فون میں انسٹال کیا۔

"ان مع العسر یسرا ○ القرآن

"بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے"

ہوم پیج پر لکھی آیت کو پڑھا

پہلے پیج پر اللہ کی وحدانیت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بارے میں لکھا تھا۔

پھر نماز کا سیکشن تھا۔وضو کے فرائض طریقہ وضو۔۔احسن طریقے سے بیان کیا گیا تھا۔

پھر طریقہ نماز درج تھا۔

وہ فیصلہ کر چکا تھا۔کیا وہ اپنے دین کو سمجھے گا۔اس پر عمل کرے گا۔

اس نے اس ایپ کے بانی قاری دستگیر احمد کے بارے میں سرچ کی۔شاید ان سے ملنے کا ارادہ رکھتا تھا

یونیورسٹی میں امتحانات شروع ہونے والے تھے۔وہ اپنے نوٹس بنانے میں بہت مصروف تھی۔عمر نے اس کے آگے چند فائلز رکھیں۔

اس نے اَبرو اچکا کے عمر کو دیکھا۔

۔۔تم آج کل آفس کے کاموں کی وجہ سے کافی مصروف ہوتی ہو میں نے اپنے لئے نوٹس بنائے تھے تو سوچا تمہاری بھی مدد کر دوں۔

--سچ کہہ رہے ہو۔شکریہ بہت بہت یار میں واقعی میں کوئی بھی نوٹس مکمل نہیں کر پائی۔--مرہا کافی خوش ہوئی

--جاؤ کیا یاد رکھو گی کس سخی سے پالا پڑا تھا۔-عمر نے شانِ بے نیازی سے جواب دیا۔

باسط آج کافی پریشان دکھائی دے رہا تھا۔اس کی بے چینی دیکھ کر مرھا پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔
خیریت ہے سر کیا ہوا آج آپ بہت پریشان ہیں۔؟
آج ہمارے آفس میں چار فتنے آرہے ہیں۔وہ جب بھی آتے ہیں آفس کو تہس نہس کر کے جاتے ہیں۔

کون ہیں وہ اور کیا مستجاب سر ان کو کچھ نہیں کہتے ؟

باسط سرگوشی کرنے کے انداز میں اس کے قریب ہوا
--دیکھو لڑکی کسی کو بتانا مت وہ چار مستجاب کے سوتیلے بھائی ہیں۔وہ ہر سال کے آخر میں حساب کرنے آتے ہیں۔اور ساری جمع پونجی لے جاتے ہیں۔مستجاب بیچارے جو مرضی کرلیں ان کو نہیں روک سکتے۔

مرھا اب شاک میں تھی۔

۔۔مگر اس بار ان سب کو روکنا ہو گا کمپنی کے پاس اتنا پیسہ نہیں۔اگر اس بار بھی وہ پیسہ لے گے تو کمپنی کا دیوالیہ نکل جائے گا۔تمام ورکرز کا رزق چھین جائے گا۔کمپنی بند کرنی پڑے گی۔
باسط نے پریشانی سے ماتھے کو چھوا۔

سر آپ فکر نہ کریں اس دفعہ میں ان کو مستجاب سر کے پاس نہیں جانے دوں گی۔ایک دفعہ تو میں ان کو روک سکتی ہوں مگر آپ کو ان کا کام کا بندوبست کرنا پڑے گا۔

باسط کے چہرے پر شرارت چمکی۔

۔۔اس نے چار مردوں کی تصویریں دکھائیں۔سب کی پرسنیلٹی میں بلا کی کشش تھی۔
اسے جیسے یقین آ گیا تھا کہ یہ سب مستجاب کے ہی بھائی ہو سکتے ہیں۔

باسط اپنے آفس کی طرف بڑھ گیا

وہ ایک پارسل وصول کرنے ریسیپشن پہ گئی تھی۔وہ چار مرد اس کو آتے دکھائی دیے
اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتے وہ فورا ان کے مقابل ہوئی۔

آپ اندر نہیں جا سکتے !

کیوں۔؟ عقیل صاحب نے پوچھا

آپ کیوں ان کو تنگ کرنے آ جاتے ہیں۔

ان کون ؟ ذی میں نے پوچھا

مستجاب حیدر میرے باس اور کون۔

وہ اس لڑکی کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھنے لگے۔جیسے کوئی لڑکی ان سے ٹکرائی ہی نہیں کی
وہ پھر بھاگ کے ان کے آگے کھڑی ہوئی

--دیکھیں میرے ابا کہتے ہیں بڑوں سے بدتمیزی نہیں کرتے۔آپ شرافت سے یہاں سے چلے جائیں
۔میں آپ کے ارادے آج پورے نہیں ہونے دوں گی

اچھاامی کیا کہتی ہیں وہ نہیں بتایا آپ نے--بازل بولا

--امی کہتی ہیں اگر کوئی بغیر اجازت گھر میں گھس آئے تو 15 پہ کال کرنا۔

مگر یہ گھر تو نہیں ہے۔اس بار بولنے کی باری جنید کی تھی

--جی ہاں آفس ہے۔اس لئے میں سکیورٹی کو کال کروں گی۔
وہ بھاگتی ہوئی سکیورٹی الارم تک پہنچی۔
وہ چار لوگ واقعی یقین کر چکے تھے کہ یہ واقع شیر کی بچی ہے۔باسط صحیح کہتا تھا-----

مستجاب اپنے کمرے میں بیٹھا سائیرن کی آواز سن کر باہر بھاگا۔
باہر لگا تماشا دیکھ کر اس نے نہ سمجھی سے باسط کو دیکھا۔
وہاں سب مسکرا رہے تھے وہ خجل ان کے پاس کھڑی تھی۔

باسط نے سارا قصہ ان کو ہنس ہنس کے سنایا۔وہ چاہتا تھا کہ مرحا سے ان کی ملاقات پرجوش طریقے سے ہو۔جیسے پہلے دن وہ آفس انٹرویو دینے کے لیے آئی تھی۔اور اپنا نام چھوڑ گی تھی۔

اور یہ بھی حقیقت تھی کہ یہ سب اب مرہا کو یاد رکھنے والے تھے۔

مرہا کو جب باسط کی شرارت سمجھ آئی تو وہ غصے میں اپنے ڈیسک کی طرف بڑھ گئی۔۔۔

ارے سنو میں مذاق کر رہا تھا۔میں بس ان سب کو دکھانا چاہتا تھا کہ تم کتنی بہادر ہو۔

باسط مرہا کو غصے میں جاتا دیکھتے ہوئےاس کے پیچھے لپکا

وہ سب بھی کھل کے مسکرا رہے تھے۔وہ بالکل تمہارے ٹکر کی ہے مستجاب۔عقیل صاحب شاید مرہا تعریف کر رہے تھے۔

جی ہاں ایسے کو تیسا ہی ملتا ہوتا ہے۔بازل کی بات اس کو ذرا پسند نہ آئی

وہ سب ایک کشادہ کمرے میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔باسط نے دروازہ کھولا اس کے پیچھے مرحا آتی دکھائی دی۔

مستجاب جو پہلے لیٹ جانے کے انداز سے بیٹھا تھا مرحا کو دیکھ کر فورا سیدھا ہو کر بیٹھا۔

آؤ بیٹھو ہمارے ساتھ۔میں تمہارا ان سب سے تعارف کرواتا ہوں۔یقین کرو یہ سب دیکھنے میں ہی چور اچکے نظر آتے ہیں ویسے یہ اندر سے بہت شریف ہیں۔
باسط مرحا کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا

۔۔ہاں تمہاری شرافت ابھی لٹل گرل دیکھ چکی ہے۔بازل نے اسے ذرا شرمندہ کرنا چاہا

۔۔سوری بیٹا اس گدھے نے تم سے پرینک کیا۔تم اگر کہو تو میں ابھی اس کی ٹانگیں توڑ سکتا ہوں۔
۔عقیل صاحب اپنائیت سے بولے

۔۔نہیں نہیں سر میں نے ان کو معاف کیا۔

پھر مجھے معاف کرنے کی خوشی میں تم ہم سب کو کافی ہی پلا دو۔باسط نے فرمائش کی

۔۔تم نے کبھی سنا ہے۔کتے کی دم سو سال دبا کے رکھی تھی پھر بھی جب اسے نکالا تو وہ ٹیڑھی کی ٹیڑھی نکلی۔۔تمہیں پتا ہے وہ دو تم تھے۔۔۔جنید نے باسط کو جھاڑا

۔۔اور تمہاری زبان میں بھی جس اینا کونڈا کا زہر بھرا ہے نا اس کو گٹر میں پندرہ سو سال تک اسٹور کیا گیا تھا پھر جا کے وہ زہر بنا تھا۔۔۔

باسط بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دینا خوب جانتا تھا۔

مرحا ان سب دوستوں کی دوستی سے کافی محفوظ ہو رہی تھی۔

۔۔میں پوین سے کافی کا کہہ کے آتی ہوں۔

مستجاب اس کو کمرے سے باہر نکلتے تک دیکھتا رہا۔

بھئ ہٹالو نظریں بیٹاوہ جا چکی۔۔باذل نے شرارت کی

۔۔ڈیرنگ لڑکی ہے یار سوٹ کرے گی ہمارے گینگ میں کیا خیال ہے۔

۔۔اسے گینگ وغیرہ کا کچھ نہیں پتا اس کے سامنے ایسی بکواس مت کرنا۔۔۔

مستجاب نہیں چاہتا تھا وہ اسے غلط سمجھے

عقیل صاحب اس کو پرکھتی ہوئی نظروں سے تول رہے تھے۔جب سے مرھا آئی تھی اس کی ذات میں ٹھہراؤ آگیا وہ ہسنیں لگا تھاباتیں کرنے لگا تھا۔

بیس منٹ بعد مرھا ہاتھ میں ٹرے پکڑے کمرے میں داخل ہوئی۔

۔۔ارے کڈ تم کیوں لے آئیں پیون سے کہتی۔۔۔ذیشان نے اس سے کہا

۔۔وہ دوسرے لوازمات لا رہا ہے میں نے سوچا کہ میں کافی لے جاتی ہوں۔
اس نے ٹرے میز پہ رکھی اور کپ پرچ پر رکھ کر سب کو کافی دی۔
سب ہی کافی پیتے ہوئے خوش گپیوں میں مصروف تھے
باسط میں جیسے ہی گھونٹ بھرا اس کی زبان کو کرنٹ جیسا محسوس ہوا۔
مرھا نے کافی میں ڈھیر سارا نمک اور کالی مرچ ملا دیں تھی۔
باسط کی دلخراش چیخ نکلی۔

۔۔نمک مرچ آف۔۔اس کا منہ جل تھا
وہ سب کبھی میں مرہا اور کبھی باسط کو دیکھ رھے تھے
وہ شرمندہ سی ہنسی ہنس رہی تھی

۔۔تم نے میرے ساتھ پرینک کیا۔باسط غصے سے بولو

۔اصل میں سر میری پرانی عادت ہے ادھار نہ رکھنے کی۔میں ہاتھ کے ہاتھ ہی حساب بے باک کرنے کی عادی ہوں۔

مرحا کی اس بات پر سب کے قہقہے بلند ہوئے
وہ جی دار لڑکی تھی۔یہ بات وہ ثابت کر چکی تھی

مرحا کے پیپرز تو بہت اچھے ہوئے تھے مگر رزلٹ کے لئے اس سے کل تک کا ویٹ نہیں ہونا تھا۔
وہ ڈپریشن فیل کرنے لگتی تھی۔ڈپریشن سے بچنے کے لیے چاکلیٹ کھاتی تھی۔
عمر نے اس کو چاکلیٹس باکس گفٹ کیا۔وہ اس کی اس عادت سے واقف تھا۔

مستجاب نے اس کو کوئی تیسری بار چاکلیٹ کھاتے دیکھا۔۔

۔۔آج تم کیا چوکلیٹ ڈے منا رہی ہو ؟

۔۔نہیں سر ویسے ہی تھوڑا سٹریس فیل کر رہی تھی

کس بات کا سٹریس ؟

۔۔۔میرا رزلٹ ہے کل۔

تو کیا تمہارے پیپر اچھی نہیں ہوئے۔

۔۔نہیں سر بس رزلٹ تک کا ویٹ کرنا مشکل لگتا ہے۔

تمہارے پچھلے سمسٹر کے گریڈ اچھے ہیں اس بار بھی جی پی اے اچھی ہی آئے گی فکر مت کرو۔بلکہ بیٹ لگا لو میرے ساتھ اس بار بھی تم ہی ٹاپ کرو گی۔اور اگر میں جیتا تو تم فورا مجھے کال کر کے اپنا رزلٹ بتاؤ گی۔۔وہ اس کو ایک سمائل دیتا ہوا آفس کی طرف بڑھ گیا

کیا ان کو میرے گریڈز تک یاد ہیں۔یہ بات اس کو کڑی دھوپ سے نکال کر چھاؤں میں کھڑا کر گئی تھی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔امی میرے لیے دعا کیجئے گا آج میرا رزلٹ ہے۔صبح ناشتہ کرنے کے بعد وہ فوراً ماں سے دعا کی سفارش کرنے لگی۔

۔۔فکر نہیں کرو بیٹا اللہ پاک کامیاب کریں گے۔
وہ دعائیں لیتی یونیورسٹی تیرے لیے نکل گئی۔پہنچتے ہیں سب سے پہلے نوٹس بورڈ کی طرف بڑھی سٹوڈنٹس کا جمگھٹا دیکھتے اس کا دل گھبرایا۔اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتی شیزا اور عمر بھاگتے ہوئے اس کی طرف آئے

۔۔بہت بہت مبارک ہو۔ہر بار کی طرح اب بھی تم نے ٹاپ آپ کیا ہے۔

۔۔کیا۔۔۔یاہووووووووووووووووووووووو
اس نے فورا اپنا موبائل بیگ سے نکالا اور میسج ٹائپ کیا آپ جیت گئے

۔۔۔۔۔
مستجاب کو اپنے رزلٹ کی بھی اتنی فکر شاید نہ ہوئی تھی کل سے جتنی دفعہ اس نے مرحا کے لئے دعا کی تھی۔وہ باقاعدگی سے نماز اور قرآن پڑھتا تھا۔اپنی تمام تر تکلیفوں کا حل مانگتا تھا۔

میسج پڑھتے ہیں اس کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

اس نے Treat لکھا اور سینڈ کر دیا۔

Sure جواب موصول

آج اسے آفس پہنچنے کی بہت جلدی تھی

مرحا نے آفس آنے سے پہلے بیکری سے براؤنیز خرید لی تھی۔

اس نے براونیز پیک مستجاب کے ٹیبل پر رکھا۔۔

you have been spportive through this difficult time. You may not real

realize what a blessing you have been. thankyou

اس نے سٹکی نوٹس سے ایک پیج الگ کیا اور مسکراتا ہوئا سٹیکر بنا کر تحریر لکھی۔اور براونیز کے پیک پر چسپاں کر دیا۔

جیسے ہی اپنے بینچ پر آئی۔

سسٹم کی سکرین اُن کی۔بیک گراؤنڈ میں خوبصورت آتش بازی ہو رہی تھی۔بڑے بڑے لیٹرز میں

لکھا تھا congrates for

the . winner

اس نے جیسے ہی ڈراز کھولا۔۔ایک بہت بڑی چاکلیٹ پڑی تھی۔
اس نے چاکلیٹ اٹھا کے بیگ میں رکھی

مستجاب جیسے ہی اپنی ٹیبل پر پہنچا اس نے وہ نوٹ پڑھا۔خوشی کی لہر نے اس کے پورے جسم کو سیراب کیا

اس نے براؤنیز کھانی شروع کی ایک نہیں دو نہیں تین نہیں چار۔

وہ کبھی میٹھے کا شوقین نہیں تھا۔البتہ کھیر اس کی فیورٹ تھی ماں کے ہاتھ کی کھیر۔اسے کھیر پھر کبھی نہیں ملی تھی

مگر آج وہ براونیز کھاتے ہیں جا رہا تھا۔۔۔

آج ہفتہ کا دن تھا۔مطلب چھٹی تھی اب وہ دو دن اپنے چاند کو نہیں دیکھ سکے گا۔صبح اٹھتے ہیں اس کے دماغ میں پہلا خیال آیا

وہ افسردہ ہو گیا

اس نے اپنے موبائل کا فوٹو فولڈر اوپن کیا۔وہاں اس اس کی جند جان کی بہت سی تصویریں موجود تھیں۔جو گلاس وال کے پار سے بنایا کرتا تھا۔

اس نے واٹس ایپ آن کیا اور گڈ مارننگ کا سٹیکر بھیج دیا

کچھ لمحوں کے بعد اسٹیکر وصول ہوا جزاک اللہ خیر آپ کا دن اچھا گزرے۔

۔آمین آپ کا بھی دن اچھا گزرے۔۔رپلائی بھیج دیا گیا

بہت تاخیر کے بعد بھی جب آپ موصول نہ ہوا۔وہ اٹھا فریش ہونے کے لئے باتھ روم چلا گیا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔

اور کتنی دیر سونا ہے۔اتنا نہیں کرتی چھٹی کے دن ماں کی مدد کرتے ہڈیاں گل گئ میری کام کرتے کرتے۔باپ بیٹی کی عیش پرستی ختم ہی نہیں ہوتی۔۔۔

وہ جو فجر پڑھ کے سوئی تھی ماں کی آواز پر وہ اٹھی۔فریش ہو کر کچن میں گئی ناشتہ کیا۔گھر کی صفائی میں جت گئی۔یہ واحد کام تھا جو وہ آٹھ دن کے بعد کرتی تھی۔

دو بجے کے قریب وہ فری ہوئی ظہر کی نماز پڑھ کہ وہ ایک بار پھر لیٹ گئی۔

فون پر آتی ہوئی کال پر اس کا چہرہ بلش کرنے لگا۔

۔۔اسلام علیکم۔۔دھیرے سے کہا

۔۔وعلیکم السلام۔۔۔مقابل کی آواز بھاری اور پر وقار تھی

۔۔کیا کر رہی تھی۔میں نے ڈسٹرب تو نہیں کیا؟

۔۔نہیں سر میں فری تھی بس۔آپ کو کوئی کام تھا۔۔گھبراہٹ کے مارے سمجھ نہیں آرہا تھا کیا بات کرے۔

۔۔ہاں وہ میں نے براونیز کے شکریہ کے لئے فون کیا تھا۔دوبارہ موقع ہی نہ مل سکا کہ شکریہ کہوں۔۔وہ تحریر ابھی بھی اس کے ہاتھ میں تھی وہ اس انگلش میں لکھے گئے نوٹ کو کوئی سو بار سے زائد پڑھ چکا ہے

۔۔نہیں سر شکریہ کی کیابات بیٹ آپ جیت گئے تو ٹریٹ بنتی تھی۔
مزید بات کرنے کے لیے کوئی بہانہ نہ مل رہا تھا وہ اس سے اس کے والدین بہن بھائیوں دوستوں وغیرہ کا پوچھنے لگا
وہ ہر سوال کا صحیح سہی جواب دیتی گی۔
اس کے خواب مشغلے پسند ناپسند فیورٹ ایکٹر سنگر پلیر وہ سب کچھ پوچھ رہا تھا۔

۔۔سر مجھے راپنزل کریکٹر بہت پسند ہے۔

اچھا وہ کیا ہے۔۔۔جانتے ہوئے بھی وہ بات لمبی کرنا چاہتا تھا

اس نے اس لمبے بالوں والی لڑکی کی تمام کہانی سنائی۔۔

۔۔اچھی کہانی ہے۔اگر میں چاہتا ہوں میری بیٹی کوئی اینیمیٹڈ کریکٹر نہیں۔بلکہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فالو کرے۔۔

مرھا کے دل میں اس کے لئے بہت احترام پیدا ہوا۔

کال شاید ابھی بھی جاری ہوتی اگر گھنٹہ پورا ہو جانے پر آٹومیٹک ڈراپ نہ ہوتی۔

اب ان میں سرد دیوار آہستہ آہستہ گر رہی تھی نئ امنگیں کھلنے لگی تھی۔جذبات کے شگوفے پھوٹنے لگے تھے

91

'امیر ڈھڑکن ! تم اپنی پلکوں کی جھالر خوب لہرایا کرو تاکہ جگنوؤں کے کے گماں ٹوٹ سکیں انہیں اس خام خیالی سے چھٹکارا مل سکے کہ دنیا میں خوبصورت روشنی ان کے پاس نہیں بلکہ تمہاری آنکھوں میں ہے '

مرحا کو اپنے واٹس ایپ سٹیٹس پر مستجاب کییہ تحریر نظر آئی۔کیپشن میں M لکھا تھا۔
اس نے اس تحریر کو خوشدلی سے پڑا اور سکرین شاٹ لے کر محفوظ کرلیا۔۔
خوشیوں کو شایر پر لگ گئے تھے۔ہوا میں اڑتی پھرتی محسوس ہوتی تھی۔مگر ایک عقاب کی گہری نظر ان خوشیوں کے پرندوں پر تھی

مستجاب اور وہ ایک پہاڑ کی خوبصورت چوٹی پر موجود تھے۔ہر طرف رنگا رنگ پھول تھے۔وہ اس کا ہاتھ تھامے قدم قدم اس کے ساتھ چل رہی تھی۔اچانک سے اس کا پیر پھسلا اور وہ پہاڑ سے نیچے کھائی میں گر گئی۔مستجاب ایک چیخ کے ساتھ خواب سے اٹھا۔اس نے خود کو روتا ہوا محسوس کیا۔وہ اٹھا اس نے وضو کیا۔اللہ کی لاڈلی نماز 'تہجد' پڑھی اور اس خوف سے اللہ کی پناہ مانگیں۔
سب کے جانے کے بعد ایک مرحا ہی تھی جو اس کی زندگی میں آخری خوشی تھی۔۔

وہ صبح کیب کی ویٹ میں سڑک کنارے کھڑی تھی۔بلیک بی ایم ڈبلیو اس کے پاس کھڑی ہوی اس نے جھانک کے دیکھا تو پچھلی سیٹ پر کاشف صاحب براجمان تھے۔

۔۔بہادر لڑکی کیسی ہو ؟ کہاں جا رہی ہو صبح صبح ؟

۔۔جی سر میں ٹھیک ہوں۔یونیورسٹی کے لیے کیب کا ویٹ کر رہی ہوں۔

۔۔آجاؤ میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔۔

۔۔نہیں سر۔۔
اس سے پہلے کہ وہ منع کرتی کاشف صاحب اترے ڈرائیور کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گے۔اور اسے پچھلی سیٹ کی طرف اشارہ کرنے لگے

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی گاڑی میں سوار ہوگئی۔یہ شاید اس کی زندگی کی پہلی اور آخری غلطی ہونے والی تھی

گاڑی سڑک پر بھاگتی جارہی تھی۔وہ ادھر ادھر کی باتوں میں اسے الجھا رہا تھا اس نے اچانک خالی سڑک پار کر اس کے منہ پے ایک سپرے چھڑک دی۔کچھ لمحوں میں وہ ہوش کی دنیا سے منقطع ہو گی۔

۔۔۔۔۔۔۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ایک بند کمرے میں محسوس کیا۔دور سے آتی روشنی اس کمرے کے کچھ حصے کو روشن کر رہی تھی۔ڈر کے مارے چیخ اس کے حلق میں پھنس گی۔اس نے

ادھر ادھر دیکھا اس کمرے میں اس کے علاوہ کچھ اور لڑکیاں بھی موجود تھی۔وہ ابھی ہوش کی دنیا سے بیگانہ تھی۔

\-

ٹیلی فون کی گھنٹی آنٹی پر مسز اسلام نے فون اٹھایا۔

میں مرھا کے آفس سے بات کر رہا ہوں ان سے بات کروا دیں وہ فون اٹینڈ نہیں کر رہی۔۔۔

نہیں بیٹا وہ صبح یونیورسٹی کے لیے نکل گئی تھی۔۔۔مسز اسلام نے نرمی سے جواب دیا

مگر آنٹی اس کا فون آف ہے۔۔۔

آپ مجھے اس کی کسی دوست وغیرہ کا نمبر دے دیں۔مجھے ضروری بات کرنی ہے۔۔۔۔

مستجاب خوف کی وجہ سے کافی پریشان تھا کے ذہن میں خطرے کی گھنٹیاں ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھیں۔

مسز اسلام نے اسے شیزا کا نمبر دیا۔

شزانہ نے پہلی بیل پر کال نہیں اٹھائی۔کلاس اس کے دوران وہ کال پک نہیں سکتی تھی۔

تیرھویں بیل کے بعد کال رسیو کر لی گی۔

۔۔میں سٹی ہب سے بات کر رہا ہوں۔مجھے مرھا سے بات کرنی ہے۔

وہ سلام دعا سے عاری لہجہ شزا کو کافی رووڈ لگا۔۔۔

۔۔وہ تو آج یونیورسٹی نہیں آئی۔آپ اس کے گھر کال کر سکتے ہیں۔۔۔اتنی سی بات سنا کے کھٹاک سے فون بند کر دیا گیا

۔۔۔گھر والے کہتے یونیورسٹی گئی ہے یونیورسٹی والے کہتے ہیں گھر سے پوچھو۔۔۔ مستجاب نے جنجھلا کہ میز پر ہاتھ مارا۔

آفس کا دروازہ کھلا اور باسط نے جو انکشاف کیا تھا وہ اس کے خواب کو حقیقت دینے میں تقریبا مکمل تھا۔

۔۔بازل نے بتایا ہے کاشی نے صبح اک لڑکی اگوا کی ہے۔کل شام سات بجے وہ ان تمام لڑکیوں کو بیرونِ ملک سمگل کر دے گا۔

وہ لڑکی کوئی اور مرہا ہے۔اس نے اتنی آہستگی سے کہا کہ باسط نے صرف مرحا سنا۔

۔۔مرحا کیا ہے؟

۔۔کاشی نے مرحا کو اغوا کرلیا۔اس بار وہ دھاڑا تھا۔۔۔

باسط کو لگا کہ کسی نے اس کے کانوں میں سیسہ انڈیل دیا ہو۔

مستجاب اپنے حواس میں نہیں تھا۔اس نے آفس کا تہس نہس کرنا شروع کر دیا تھا۔۔وہ بے بسی میں ایسا ہی بے قابو ہوتا تھا۔اپنے آس پاس ہر چیز کو ٹرامپل کرنے کی کوشش کرتا۔

وہ چھ اب سٹی ہب موجود تھے۔ان کو کاشی کے خلاف کچھ سولڈ منصوبہ بنانا تھا۔
بازل نے کاشی کے موبائل میں چپ لگای تھی۔وہ تمام کالز ٹیپ کر چکے تھے مگر کسی کال میں بھی مرحا نامی لڑکی کا ذکر نہ ہوا تھا۔۔یہ سہی وقت قیامت بن کے گزر رہا تھا۔۔۔

۔۔وہ اسے مار دے گا۔وہ مجھے نہیں ملے گی۔میں جس سے محبت کرتا ہوں وہ میرے پاس نہیں رہتا اسے چھین لیا جاتا ہے میراباپ میری ماں مجھ سے چھین لی گئی۔اینا۔۔!نہیں اس کو تو میری زندگی میں بھیجا ہی اس لیے تھا کہ مجھے تکلیف ملے۔۔۔

مستجاب تڑپ رہا تھا۔۔وہ سے مار دے گا مجھے لاش بھی نہیں ملے گی اس کی۔۔

میجر نے اس کے کندھے پہ دھکا لگایا۔جیسے اسے ہوش کی دنیا میں لانا چاہتا ہو۔
وہ ان کے کنگ ان کے ٹائیگر کی زندگی تھی۔اور وہ اس زندگی کی حفاظت نہیں کر سکے تھے۔ان کے جسموں میں سویاں بھر گئی تھی۔ان سب کا پور پور دکھ رہا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔
مرھا نے دروازہ پیٹنا شروع کیا۔وہ چیخ رہی تھی تڑپ رہی تھی مدد کے لیے بلا رہی تھی۔۔
پھر دھڑام سے دروازہ کھلا۔

عجیب و غریب حلیے کے دو مرد اندر آے۔چہروں سے خباثت ٹپک رہی تھی۔مرھا ان کو دیکھ کے ڈر کے پیچھے ہوئی۔۔۔

۔۔یہ آج کل مال کچھ زیادہ ہی خوبصورت آنا شروع ہو گیا۔۔ان میں سے ایک نے گندی زبان کھولی۔

۔۔اوے شوکی ایسا نہ بول اس پہ سیٹھ کی خاص نظر ہے۔وہ تو اس کو سمگل بھی نہیں کر رہا۔۔

--باس کے بھی ویسے صحیح والے مزے ہیں۔ہر دو تین مہینے بعد کوئی نیا ہی نہ نگینہ ڈھونڈ لیتا ہے--

مرحا کو لگا جیسے اس کے کانوں میں کسی نے گرم گرم ویکس انڈیل دیا ہو۔

اتنے میں دروازہ ایک بار پھر کھلا اور کاشی اندر داخل ہوا۔

تو ہوش آگیا بہادر لڑکی کو۔ڈر تو نہیں لگ رہا نہ--وہ اس کا چہرہ چھوتے ہوئے بولا

اس نے ایک جھٹکے سے اس کا گندہ ہاتھ جھٹک دیا۔

ارے اسی ہاتھ سے تو تم اوٹوگراف مانگ رہی تھی---

--تمہیں شرم آنی چاہیے۔تم ایک سمگلر ہو۔یہ کچھ اگر تمہاری اپنی ماں بیٹی بہن کے ساتھ ہو---

مرحا کی بات ابھی پوری بھی نہ ہوئی تھی اس نے ایک تھپڑ اس کے نازک سے چہرے پہ پڑا۔

نازک سی لڑکی کہاں برداشت کر سکتی تھی۔

وہ پیچھے دیوار کے ساتھ جا کے ٹکرائی۔

مرحا کے گلے پر اس کے ہاتھوں کی گرفت مضبوط ہوئی۔اس کی رگیں درد سے پھٹنے لگی۔وہ ماہی بے آب تڑپ رہی تھی

تم دو ٹکے کی لڑکی !تمہاری اتنی جرت کے تم میری ماں بہن کا نام لو۔

ڈالو اس کو میری گاڑی میں۔اس کو کرواتا ہوں ذرا آپنے بیڈروم کی سیر۔

کاشی نے پاس کھڑے شوکی کو اشارہ کیا۔

یہ وہ لمحہ تھا جب مرحا نے اپنی موت کو اپنے سامنے دیکھا

اس کے منہ پر ٹیپ لگا دی گئی تھی۔اسکی آہو بقا نہ سن سکے کوئی۔اس کے ہاتھوں کو کمر کے پیچھے باندھ دیا گیا تھا۔
کاشی اسے بے جان شے کی طرح گھسیٹنے لگا۔
ہاتھ جکڑ لئے گئے تھے۔مزاحمت کیسے کرتی
زبان پہ تالے پڑ گئے تھے۔اس کی چیخیں اس کے اپنے ہی گلے میں دم گھٹ کر مرنے لگیں
گھسیٹنے والا اس کو جیسے کانٹوں پر گھسیٹ رہا تھا۔
اس نے جھک کر زمین کو دیکھا۔مگر زمین ہموار تھی۔پھٹ تو نہیں رہی تھی۔ورنہ وہ اس میں سما جاتی
اس نے پوری طاقت سے پوری آنکھیں کھول کے دور اندھیرے میں کہیں اوپر آسمان کو دیکھا مگر ہو بھی قائم دائم تھا۔گرنے کے آثار تو کہیں سے نہ لگتے تھے۔
اندھیرا بڑھتا جارہا تھا۔ہر طرف سکوت تھا۔گہرا سکوت، موت کا سکوت

اسی بوری بند لاش کی صورت گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پھینک دیا گیا۔آنسو کی باعث اس کی آنکھیں سوج گئ تھی۔گورے گال پر بھاری ہاتھ کا نشان اور بھی گہرا ہو گیا تھا۔
اس کی دامن پر گرنے والے اس کے اپنے آنسو اس کو انگاروں کی مانند محسوس ہو رہے تھے۔

اچانک سے اسے ایک مدھم سا خیال پوری شدت سے آیا۔جب اس کے کسی کزن نے اسے سوئمنگ پول میں پھینک دیا تھا
وہ پانی میں غوطے کھا رہی تھی۔پانی حلق سے معدے تک بھر گیا تھا۔تب بھی وہ ایسے ہی تڑپ رہی تھی۔اپنے ماں کو باپ کو بلا رہی تھی۔وہ آ بھی گئے تھے انہوں نے اسے موت کے منہ سے نکال بھی لیا تھا۔
مگر اب وہ نہیں پہنچ پا رہے تھے اب کون اسے موت کے منہ سے نکالے گا۔؟
اس نے ماں کو آوازیں دیں ماں نہیں آئی
پھر اس نے بابا کو پکارا بابا بھی نہیں آئے نا والے تھے
اسے مستجاب یاد آیا جو اس کے ہاتھ پر گرم کافی گرنے سے کتنا پریشان ہو گیا تھا۔اس نے مستجاب کہا۔کئی بار کہا۔۔مگر کوئی نہ آیا۔۔۔
اتنی دیر میں کاشی اپنے ملازموں کو ہدایت دیتا ہوا گاڑی میں بیٹھا۔

۔۔میری جان بس تھوڑا اور صبر کرو۔پھر تمہیں اپنی زندگی جہنم سے بھی زیادہ بری لگنے لگے گی۔

Trust me

وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی۔۔مگر منہ پر ٹیپ تھی

۔۔اچھا اچھا بولو اب۔۔اس نے بے دردی سے ٹیپ کو کھینچ کر اس کے ہونٹوں سے علیحدہ کیا

۔۔مجھے موت دے دو۔کیوں کہ اگر مجھے ذرا بھی موقع ملا تم میں تمہیں مار دوں گی۔۔۔

۔۔رسی جل گئی مگر بل نہ گیا۔۔اسی ادا پہ تو میں تمہیں بہادر لڑکی کہتا ہوں۔میری جان مجھے تم جیسی لڑکیاں ہی تو پسند ہیں۔ڈیرنگ بہادر اور خوبصورت !

۔۔اپنی بکواس بند کرو۔تم نے ابھی بہادری دیکھی نہیں۔

۔۔اچھا کیا کر لوں گی زیادہ سے زیادہ۔۔بلیوں کی طرح پنجے ماروں گی نا۔۔۔اس کا نام نخوست سے بھرا قہقہ کھا گونجا

اچھا چلو بتاؤ کیا کروں گی؟

۔۔میں! میں چلتی گاڑی سے کود جاؤں گی۔

۔۔اچھا اتنی ہمت ہے۔چلو شاباش کود کے دکھاؤ۔۔کاشی نے فٹ سے دروازے سے لاک ہٹاے۔اس کے اوپر جھک کے سائیڈ کا دروازہ کھول دیا۔اس کو اس کھیل میں مزہ آ رہا تھا۔شاید نہیں جانتا تھا لڑکیوں کو زندگی سے زیادہ عزت عزیز ہوتی ہے۔

مرہا چلتی گاڑی سے کود گی۔بل کھاتی ہوئی سڑک سے دور کچے پہ جا گری۔

اس سے پہلے کے کاشی نیچے اترتا۔ڈرائیور کی آواز آئی
سیٹھ پینتھر آ گئے۔
سیٹھ نے گبھرا کے پیچھے دیکھا۔تین ہیوی بائیکس ایک بلیک مرسڈیز اور ایک پولیس کی گاڑی ان کے تعاقب میں تھی۔

کاشی کو فلحال اپنی جان بچانا تھی۔تو وہ بھاگ نکلا۔

مرھا گرنے کے بعد بیہوش ہو گئی تھی۔پانچ فرشتے اس کے سر پہ کھڑے تھے۔چھٹا فرشتہ باقی پولیس نفری کے ساتھ کاشی کے تعاقب میں تھا۔۔وہ مرھا کے لئے فرشتہ ہی ثابت ہوئے تھے۔

مستجاب دوڑ کے اس کی طرف بھاگا۔جان کہاں بچی تھی اس میں۔ صبح کا بھوکا پیاسا تڑپ رہا تھا۔لڑکھڑا کر گر پڑا گھٹنے چل گئے تھے۔مگر وہ ایک بار پھر اٹھا اور بھاگا۔اس کی حیات اس کے سامنے تھی۔اس کا سر اٹھا کے اپنی گود میں رکھا۔پاگلوں کی طرح اس کے نام کی دہائی دے رہا تھا

۔۔دیکھو میں نے کہا تھا یہ بھی مجھے چھوڑ کے چلی جائے گی۔دیکھو چلی گئی۔

عقیل مرحا کے بندے ہاتھ کھول رہا تھا۔اس نے قرب سے مستجاب کو دیکھا

جنید نہیں آگے بڑھ کے اس کی نبض چیک ۔نبض بہت مدہم چل رہی تھی۔

۔۔ٹائیگر گرل ٹھیک ہے۔ہمیں ہاسپٹل جانا چاہیے

مستجاب نے پاگلوں کی طرح اپنے حصار میں مرحا کو بھینچ رکھا تھا۔جنید کی بات سن کر ہوش میں آیا۔ اس نے فوراً مرحا کو اپنے بازوؤں میں اٹھایا اور گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

فون پر مرحا کے گھر کا نمبر دیکھ کر شزا نے فون اٹھایا

۔۔بیٹا مرحا فون نہیں اٹھا رہی۔کافی رات ہو گئی ہے گھر بھی نہیں پہنچی۔۔۔مسز اسلام پریشان کافی پریشان تھی

۔۔جی آنٹی سوری مجھے یاد نہیں رہا آپ کو بتانے کا۔اس کے آفس میں کوئی پارٹی ہے وہ دیر سے فری ہو گی۔اس کا موبائل تو صبح سے ہی خراب ہے۔اس نے کہا تھا کہ میں آپ کو انفارم کر دوں۔مگر مجھے معاف کر دیں میں بھول گئی۔

۔۔اچھا تو کب تک گھر آئے گی ؟۔اس کے پاپا سے کہتی ہو کہ وہ اسے پک کر لیں۔عشاء ٹائم کہاں سے کیب ملے گی؟

۔۔نہیں آنٹی میں اسے لینے جا رہی ہوں وہ رات ہاسٹل میں میرے ساتھ رکے گی۔وہ ہمارا ہوسٹل میں آج سب فرینڈز کا پارٹی کا موڈ تھا۔

شیزا سے جتنے بہانے بن پا رہے تھے وہ بنا رہی تھی۔

--ٹھیک ہے بیٹا۔وہ جیسے ہی تمہارے پاس آئے میری بات کروا نا۔میں اور اس کے بابا بہت پریشان ہیں۔

--ٹھیک ہے آنٹی آپ سو جائے گا پریشان نہ ہوں۔ہم پہلے بھی تو ایسے پارٹی کرتے ہی ہیں۔

--جی بیٹا بس آپ ایک بار بات کروا دینا۔
ماں تھی نا اولاد کو لگنے والی خراش بھی ماں کے دل سے ہو کر جاتی ہے۔ان کا دل تو آج صبح سے ہی بے چین تھا۔

مرہا ہسپتال کے بیڈ پر اَدھ موئی سی لیٹی تھی۔دائیں ہاتھ پر ڈرپ لگی تھی۔اس کے سلکی بال الجھے ہوئے تھے۔ان میں مٹی اور تنکے پھنسے ہوے تھے۔کندھے سے قمیض بھی تھوڑی سی پھٹ گئی تھی۔ گال پر انگلیوں کا نشان ابھی باقی تھا۔نرم گداز ہاتھوں پر رسی باندھنے سے نیلے نشان پڑ گئے تھے۔اس کی حالت قابل رحم تھی۔کمر پر کافی خراشیں آئی تھی۔کوہنی رگڑی گئ تھی۔بازو بھی ذرا فریکچر ہوا تھا۔--ڈاکٹرز کے مطابق وہ کافی صدمے میں ہے۔
وہ بیہوشی میں بھی مسلسل چیخ رہی تھی۔
--ماما پاپا مجھے بچا لیں۔مستجاب آجاؤ--

پاس ہی کھڑا مستجاب اپنے نام کی پکار پر ایک قدم اس کے قریب ہوا۔

۔۔مستجاب کی جان بھی قربان ہو جائے تم پر مرحا۔دیکھو میں آگیا ہوں۔میں نے بچا لیا تمہیں۔میں دیر سے پہنچا مجھے معاف کر دو۔
مستجاب اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے اس کے پاس بیٹھا

اٹھو میرے سے لڑو مجھے گالیاں یا دو مجھے مارو۔مجھے سزا دو میں تمہاری حفاظت نہ کر سکا۔مگر آنکھیں کھولو۔
تم مستجاب کا قلب ہو۔تمہارے دل کی دھڑکن مستجاب کے قلب کو روانی دیتی ہے۔آنکھیں کھول کے مجھے دیکھو۔تمہاری آنکھیں مجھے بصارت دیتی ہیں۔میں تمہارے بغیر دنیا نہیں دیکھنا چاہتا۔آنکھیں کھولو ہمیں مستجاب مرحا کی کہانی مکمل کرنی ہے۔۔۔

اس کو دیکھ کے لگتا تھا وہ رویا نہیں ہے بلکہ ان آنکھوں نے آگ برسائی ہے وہ آگ پورے شہر کو بھسم کر سکتی ہے۔اس آگ نے ڈارک براؤن آنکھوں کو سرخ انگارا کر رکھا تھا۔پہلی بار اس نے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس کیا۔اس ہوش و خرد سے بیگانہ وجود کے پاس اس کو اپنا آپ نے نیم مردہ لگ رہا تھا۔گھٹنوں پر رگڑ کی وجہ سے خون کی ہلکی سی بوند نے خاکی پینٹ پہ دھبا لگا دیا تھا۔اور اس کو کوئی درد محسوس نہیں ہوا تھا۔کیا وہ انسان نہیں رہا تھا ؟ کیسے خود کو چھو کے تسلی کرنا چاہ رہا ہو۔

اس نے ایک بار پھر مرحا کے ہاتھوں کو اپنے لمس میں لیا۔جیسے خود کی چلتی سانسوں کو اس میں ٹرانسفر کر رہا ہوں اس کے اپنے ہاتھ کانپ رہے تھے۔دوسری طرف ٹھنڈے برف ہاتھوں کی تاثیر ذرا گرم ہوئی تھی۔جذبے ٹرانسفر ہوئے ہیں ثبوت مل گیا تھا

وہ بیہوشی میں بھی ڈر رہی تھی۔اب سکون سے سو رہی تھی۔دوسرا نیم مردہ وجود بھی اب آنکھیں موند رہا تھا۔شاید مزید زندہ رہنے کی ہمت نہ بچی تھی۔

لبوں پہ تھوڑا سا ارتعاش آیا اس نے وہ لب مرحا کی روشن پیشانی پہ رکھے۔

یہی وہ لمحہ تھا جب روح پھونک دی گئی تھی۔۔مقابل نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔

مستجاب نام کی پکار کا نقارہ بجا۔اس نے سر اٹھا کے دیکھا اسے سورہ یوسف پر یقین آ گیا تھا

بیمار صحت یاب ہو جاتے ہیں۔۔۔۔

کھوئے ہوئے مل جاتے ہیں۔۔۔۔

اللہ کے حکم سے

اس کی نمازیں رائیگاں نہیں گئی تھی۔اس نے قرآن کو تھاما تھا۔تو قرآن نے بھی اس کو اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔

25

کاش میں اس رب کو اپنی جان کا نذرانہ دے سکتا۔جس نے میری جان کی جان بخشی ہے۔
اس نے مرھا کے چہروں کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیا

اس نے پھٹی پھٹی سی آنکھوں سے اپنی محبت کو اجڑے حالوں میں دیکھا۔وہ اپنی تکلیف بھول گئ۔

آپ ! کیا ہوا ہے آپ کو۔آپ ٹھیک ہے نہ۔آپ کی آنکھیں۔آپ کا چہرہ۔آپ روئیں ہیں نا ؟

مرھا اپنے زخمی ہاتھ مستجاب کے بنجر سے چہرے کی طرف لے کے گئ۔
یہی تو عشق کی انتہا ہے اپنے خسارے بھول جاتے ہیں۔جب اپنی جان کا حاکم تکلیف میں ہو۔

۔۔میں ٹھیک ہوں۔تم ٹھیک ہو نا تمھیں درد تو نہیں ہو رہا۔میں اس خبیث کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔
اس نے تمھیں نہیں میری روح کو زخم دیے ہیں۔
وہ ایک بار پھر اس کی پیشانی پر مہر ثبت کر رہا تھا۔
وہ اپنی محبت کے نقش کو چور آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔دل عجب لے پر دھڑک رہا تھا۔

دونوں فریقوں کی سانسیں اکھڑی ہوئی تھی۔مگر عشق کے منتر نے دونوں کی زندگی کو جلترنگ کر دیا تھا۔

توبہ توبہ زمانے سے تو شرم نام کی چیز ہی اٹھ گئی ہے۔۔۔۔

محبت کے پرندے دنیا کی موجودگی سے بے خبر تھے۔

باسط کانوں کو ہاتھ لگاتا اٹھ کھڑا ہوا۔اس کمرے میں موجود تمام لوگ نرس سمیت نم آنکھوں سے

نم آنکھوں سے مسکرا رہے تھے۔

مستجاب ایک جھٹکے سے پیچھے ہوا۔مرحا پشیمان سے مسکرائی۔

گڑیا اب ٹھیک ہو نا۔عقیل صاحب نے نرمی سے پوچھا

مرحا نے اثبات میں سر ہلایا

۔۔گل اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو ہم کبھی اپنے آپ کو معاف نہ کرتے۔۔بازل نے کہا

۔۔شکریہ سر۔۔

لڑکی سر نہیں بھائی کہو۔

وہ نم آنکھوں سے مسکرائی۔

۔۔میرا کوئی بھائی نہیں ہے میری فرینڈز اپنے بھائیوں کے کارنامے سناتی تھی۔میری بہت وش تھی کہ میرا کوئی بھائی ہوتا۔اور دیکھیں آج اللہ نے مجھے اتنے سارے بھائی دیدئے۔

۔۔جی اور وہ بھی چھ چھ بھائی۔باسط شرارت سے کہاں باز رہنے والا تھا
مستجاب نے گھور کے دیکھا۔

۔۔سوری سوری 5 کاونٹ کرنے میں غلطی ہوگئی تھی۔میرا میتھ ذرب ویک ہے۔۔باسط نے کان کھجایا۔

۔۔میرے ماما بابا کو بتایا وہ بہت پریشان ہوں گے۔
مرھا کو اچانک خیال

۔۔شزا کو سمجھا دیا تھا اس نے معاملہ سنبھال لیا۔تم ابھی شیزا کے ساتھ اس کے ہوسٹل میں ہو۔
عقیل صاحب نے تسلی دی

--چلو اب گرل ٹھیک ہے ہم چلتے ہیں۔ذیشان سے اپ ڈیٹ بھی لینی ہے۔بازل کھڑا ہوا

--ہاں،میں نے بھی اپنی نائٹ شفٹ کروا لی ہے۔ضرورت ہوئی تو میں ادھر ہی ہوں۔جنید نے کہا

--اور میں صبح آتے ہوئے ناشتہ لے آؤں گا۔اور بھی کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو بتانا۔باسط بولا
باری باری وہ کمرے سے باہر نکل گئے۔کاشی کو انجام تک پہنچانے کا منصوبہ مزید مضبوط کرنا تھا

اس نے اٹھنے کی کوشش کی--
لیٹی رہو تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں۔
مستجاب فکرمند ہوا

--میری کمر میں درد ہو رہا ہے۔میں تھک گی ہوں۔
مستجاب نے اسے بٹھانے میں مدد کی۔

ہسپتال کا باریک سا تکیہ مرھا کو آرام دہ نہ لگا

مستجاب اٹھا اور مرہا کے پیچھے بیٹھا
مرہا کی ٹیک اپنے بائیں کندھے سے لگوا دی۔
وہ حیران ہوی۔

مستجاب اس کے الجھے بالوں کو دیکھنے لگا۔
ایک ایک کر کے اس کے بالوں میں پھنسے تنکے نکال رہا تھا۔
مرہا کو ایک بار پھر وہ اذیت یاد آئی چھوٹا سا آنسو اُس کی آنکھ سے بہہ نکلا۔

مستجاب نے ایک بازو اس کے گرد حمائل کی۔

۔۔وعدہ کرتا ہوں اس کو موت کے منہ میں پہنچا کر دم لونگا۔تمہاری حفاظت اپنی جان سے زیادہ کروں گا۔۔
اس نے تشکر سے آنکھیں بند کیں۔

کھل کے اقرار نہیں ہوا تھا اگرچہ انکار بھی نہیں ہوا تھا۔جذبوں کو الفاظ کی ضرورت نہیں تھی۔

کچھ دیر بعد مرحا اس کے کندھے پر ہی اونگنے لگی وہ کئ گھنٹے ایسے ہی بیٹھا رہا اس کی سانسیں گنتا رہا اس کا لمس محسوس کرتا رہا۔کچھ بے باک سی لٹیں اس کے چہرے پہ آجاتی۔وہ ان کو اس کے خوبصورت کان میں اٹکا دیتا۔وہ پھر گر جاتی وہ پھر ان کو پیچھے کان میں ڈال دیتا۔وہ اس کے بالوں سے آنکھ مچولی کھیلتا رہا۔اس کی زلفیں خود کو شاید اس کے لمس کا عادی بنا رہی تھی۔
اس کے الجھے ہوئے بال گردن کے پچھلے حصے میں موجود زخموں کو تکلیف دے رہے تھے۔وہ بار بار گردن کھجاتی۔

مستجاب صبح سے آپی سوٹ میں ملبوس تھا۔کوٹ تو نہ جانے کہاں گر گیا تھا۔ڈھیلی سی ٹائی گردن میں جھول رہی تھی۔
اس نے گردن سے ٹائ نکالی۔اور میں رہا کے بال گرہ میں باندھ دیے۔وہ اس کے بالوں کو بھی اجازت نہیں دے سکتا تھا کہ وہ مرحا کو تنگ کریں۔
اس نے دو جگہ سے اس کے چھدوائے ہوئے کان کو دیکھا۔سفید چھوٹا سا نگینہ چمک رہا تھا مستجاب نے اس کے کانوں کو چھوا۔

۔۔پاگل لڑکی کتنی تکلیف ہوئی ہوگی تمہیں۔میں ہوتا تو تمہیں کبھی اجازت نہ دیتا۔بس ایک بار کافی تھا نا۔۔۔

وہ اپنے ہی خیالوں کی بنتی میں کتنے پل گم رہا۔اس کے بالوں کو سہلانے لگا پیچھے گردن پر زخم کا نشان اس کے دل کو کاٹ گیا۔میں اس کاشی حرام* چھوڑوں گا نہیں۔تم موت کی بھیک مانگو نہیں ملے گی۔ موت تمہارے لیے تحفہ بن کے آئے گی۔۔اس نے جیب سے موبائل نکالا عقیل کو میسج ٹائپ کیا۔ اسے کاشی کی اپڈیٹ لینے تھی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

دوسرے دن صبح اٹھتے ہی اس نے ماں سے بات کی۔چھٹی شام تک مل جانی تھی

عمر اور شزا خبر سنتے ہی پہنچ گے تھے۔

۔۔تم ٹھیک ہو نا۔ہم بہت پریشان تھے۔پریشانی عمر کے چہرے پر واضح تھی

فکر نہیں کرو میں ٹھیک ہوں۔وہ دھیمے سے بولی

ویسے ہسپتال والے تمہیں کیا کوئی وائٹنگ انجیکشن لگا رہے ہیں۔بیڈ پر لیٹی اور بھی حسین لگ رہی۔۔ شروع ہو گی نہ تمہاری فلم۔

نہیں یار سچ کہہ رہا ہوں۔اگر بھوتنی جیسے بالوں پر نظر نہ پڑتی میں تمہیں ملکہ احسن کہنے والا تھا۔

شزا عمر کو تاسف سے دیکھ رہی تھی۔

دروازے پر اندر آتا مستجاب اس بات پہ وہی اٹک گیا۔اس کی گرفت ہینڈل پر مضبوط ہوئی

۔۔شیزا اس کی زبان بند کروا لو یا پھر اسے یہاں سے نکال دو۔

اچھا بابا سوری۔میں تو تمہیں انٹرٹین کر رہا تھا۔مجھے لگا تم یہاں بور ہو رہی ہو گی۔۔۔۔میرے بغیر۔

عمر کے ایک آنکھ بند کر کے' میرے بغیر' کہنے پر مرحا نے گھور کے اسے دیکھا۔

دروازے پر آہٹ محسوس ہوئی تینوں نے مڑ کے پیچھے دیکھا۔مستجاب کمرے میں داخل ہوا

۔۔اسلام علیکم۔

۔۔وعلیکم السلام۔عمر نے مصافحہ کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا

مستجاب نے نہ چاہتے ہوئے ہاتھ ملایا

یہ میرے کلاس فیلو ہیں۔شزا اور عمر

دیکھنے کا انداز ایسا تھا۔جیسے کہہ رہی ہو بتایا نہ ان کے بارے میں یہ وہی ہیں

مستجاب نے ایک ناگوار سی نظر میں عمر کو تولہ۔

۔۔انکل آنٹی کو نہیں آے۔عمر نے مستجاب کو اکیلے اندر آتا دیکھ کر پوچھا

۔۔نہیں وہ پریشان ہوجاتے۔ویسے بھی شام تک ہم گھر چلے جائیں گے۔مرحا نے کہا

اس کے 'ہم' کہنے پہ مستجاب نے اسے دیکھا۔مطلب وہ اس سے ساتھ چلنے کو کہہ رہی تھی۔

اب کی بار عمر نے ناگوار نظر مستجاب پر ڈالی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اب ہمیں چلنا چاہیے کلاس کا ٹائم ہے۔شزا نے عمر سے کہا

نہیں تم جاؤ میں رکتا ہوں۔مگر میں جاؤ گی کیسے مجھے ڈراپ کون کرے گا۔وہ جیسے نہیں چاہتی تھی کہ عمر وہاں رکے۔

وہ زبردستی اسے اپنے ساتھ لے گئی۔

وہ مرھا کو خیال رکھنے کی تاکید کرتے ہوئے چلا گیا۔

اس لڑکے سے اچھی vibes نہیں آرہیں مجھے۔۔۔مستجاب کو وہ لڑکا واقعی پسند نہیں آیا تھا نہیں وہ برا نہیں ہے۔بس اس کی بات کرنے کا اسٹائل کچھ عجیب ہے۔

۔۔عجیب نہیں عجیب و غریب کہو۔۔۔

آپ میرے سامنے میرے دوستوں کو برا نہیں کہہ سکتے۔۔۔اس نے پوری آنکھیں کھول کے مستجاب سے کہا

۔۔ٹھیک ہے یار۔نہیں کہتا۔مگر وہ لڑکا واقعی میں مجھے پسند نہیں آیا۔

۔۔آپ نہیں سمجھو گے۔

۔۔تم سمجھا دو نا ؟ وہ اب اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا

۔۔ایسے نہیں کریں۔۔۔مرہا کے گال بلش کرنے لگے۔

۔۔میں تو کچھ نہیں کر رہا۔۔۔

آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔۔۔

۔۔آپ اپنا چہرہ چھپا لیں۔دیکھنے والے تو دیکھیں گے۔۔۔

مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ کے اندر ایک لوفر۔۔۔۔!
ایک دم اسے احساس کہ وہ کیا بولنے لگی تھی

۔۔تم مجھے لوفر کہنا چاہ رہی ہو ؟ مستجاب نے غصیلا چہرہ بنانے کی ایکٹنگ کی

نہیں نہیں ! وہ میرا مطلب تھا کہ۔۔۔وہ۔۔۔۔۔مرہا کو فی الوقت کوئی بات سوجھ نہیں رہی تھی

وہ ، یہ، میں ،تم۔۔۔اور پھر ہم دونوں۔۔وہ مزید آگے ہوا۔

۔۔اور پھر ہمارے دو۔۔۔۔۔۔۔باسط نے ڈھڑام سے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

یار ایک تو تمہاری رانجھا گری ختم نہیں ہوتی۔

۔۔تمہیں کس نے بلایا ہے۔جہاں دل کرتا ہے منہ اٹھا کر پہنچ جاتے ہو۔۔مستجاب نے ٹشو بوکس باسط کی طرف پھینکا

مرحا مسکرا رہی تھی۔اس نے چھوٹی چھوٹی جنگیں اب یہ ساری عمر دیکھنی تھی۔
باسط جنید سے اسکی ڈسچارج چارج سلیپ لیکر آیا تھا۔۔۔
باقی سب بھی آ رہے ہیں۔میجر کہہ رہا تھا وہ خود تمہارے ساتھ جائے گا گرل کو چھوڑنے۔اس کے پیرنٹس کو سنبھالنا بھی مشکل ہوگا۔مگر وہ نہیں جانتے تھے اس گھر میں ایک بڑا انکشاف ان کے انتظار میں ہے۔

گاڑی اسلام منزل کے آگے آ کر رکی۔مستجاب نے ایک نظر گھر کو دیکھا۔گھر زیادہ شاندار تو نہیں تھا گھر پرُآسائش اور دیکھنے میں خوبصورت ضرور تھا۔

مستجاب نے احتیاط سے مرہا کو گاڑی سے نیچے اتارا۔

عقیل صاحب نے گیٹ پر لگی بیل بجائی۔

اندر سے نکلنے والے انسان کو دیکھ کر عقیل اور مستجاب ساکن ہو گئے۔۔

وہ شخص کوئی اور نہیں مستجاب کے کھوئے ہوئے چچا اسلام غنی تھے۔

اسلام صاحب میں مرہا کو دیکھ کر گرتے گرتے بچے۔

۔۔کیا ہوا میرے بچی کو۔تم تو ہوسٹل میں تھی نہ یہ چوٹ کہاں سے آئی ؟ ان کی آنکھوں میں پانی تیرنے لگا

۔۔بابا وہ صبح ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا زیادہ چوٹیں نہیں آئی ہلکی سی خراشیں ہیں آپ فکر مند نہیں ہو۔۔

اتنے میں مسز اسلام مرحا کو دیکھتے ہوئے چیخیں

۔۔کیا ہوا میری جان ؟ یہ سب چوٹیں زخم کیسے آئے۔کل سے میرا دل گھبرا رہا تھا۔میں کہہ رہی تھی۔کچھ ہونے والا ہے۔مگر میری کسی نے نہیں سنی۔۔۔۔۔ان کی آنکھوں سے جھر جھر آنسو گر رہے تھے

۔۔ماما پلیز رویں نہیں دیکھیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ صحیح سلامت ہوں۔

عقیل صاحب نے مستجاب کو چپ رہنے کا اشارہ کیا۔
'اس کے پیرنٹس کا حال دیکھو۔پہلے ہی پریشان ہیں۔ہمیں مل گئے ہیں نا ہم سب بتا دیں گے۔مگر صحیح وقت پر'

۔۔بیٹا یہ لوگ۔۔۔!اسلام صاحب نے مرحا اس سے پوچھا

۔۔بابا یہ مستجاب ہیں ان کی کمپنی میں جاب کرتی ہوں۔یہ ان کے دوست ہیں۔

۔۔انہوں نے ہی مجھے ہاسپٹل پہنچایا اور مجھے بروقت ٹریٹمنٹ مل گیا اور میں زندہ سلامت گھر واپس آ گی۔ورنہ شاید میں۔۔۔۔۔

۔۔وہ ابھی اس اذیت تکلیف کو بھولی نہیں تھی۔سب سے پہلے وہ مزید بولتی۔۔مستجاب نے معاملہ سنبھالا

۔۔سر یہ اچانک تیز چلتی گاڑی کے سامنے آ گئی تھی۔شکر ہے کہ بریک لگ گئی۔

۔۔شکریہ بہت بہت بیٹا تم کسی نیکی کا صلہ ملے ہو ہمیں۔ہماری ایک ہی بیٹی ہے۔تم نے ہمارے خاندان کی خوشیاں بچا لی۔ورنہ ہم جیتے جی مر جاتے۔۔۔

۔۔نہیں انکل یہ تو میرا فرض تھا۔میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہی کرتا۔۔

۔۔اب کوئی میرا خیال بھی کرے گا۔بھئی مجھے چوٹ آئی ہیں آپ سب کی باتیں ہی ختم نہیں ہو رہی مجھے بھی کوئی پکڑ کے کمرے تک لے جائے اب۔۔۔۔مرھا اب مزید رونا دھونا نہیں دیکھ سکتی تھی

آؤ بیٹا اندر آؤ۔کچھ چائے پانی۔۔۔!

۔۔نہیں نہیں انکل ہم ذرا جلدی میں ہیں۔پھر کبھی لازمی آئیں گے انشاءاللہ

بہت اصرار پر بھی مستجاب نے اندر جانے سے معذرت کی۔وہ اسلام منزل میں پورے وثوق اور تمام حقوق کے ساتھ جانا چاہتا تھا۔
وہ ایک بھرپور نگاہ مرحا پر ڈال کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا

گاڑی میں بیٹھتے ہی اس کی خوشی دیدنی تھی۔

۔۔میں جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کروں کم ہے۔میری ماں کی خواہش پوری ہونے جارہی ہے میرے باپ کا قرض اترنے والا ہے۔۔۔۔

۔۔دو دل بھی مکمل ہونے والے ہیں۔عقیل نے مستجاب کی بات کاٹی

۔۔وہ میری کزن ہے۔یہ اس سال کی سب سے بڑی خبر ہے۔مجھے کبھی زندگی نے اتنی خوشی نہیں دی۔میرے تمام خواہشیں ایک ساتھ پورے ہو جائیں گی نہیں سوچ سکتا تھا۔

مستجاب کے ڈمپل نمایاں تھے۔واقعی آج بہت خوش تھا

گھر پہنچتے ہی اس نے سب سے پہلے مرھا کو کال کی۔

۔۔السلام علیکم۔۔۔۔

وعلیکم السلام

۔۔درد تو نہیں ہو رہا۔۔۔۔

نہیں تو

۔۔۔

کچھ چاہیے۔۔۔۔

جی۔۔۔۔ نہیں!

۔۔۔ ہمممم اچھا

ان کو کیا ہو گیا ہے لگتا ہے دماغ پہ چوٹ لگی ہے۔۔۔وہ خود سے سوچتے ہوئے مسکرائی

اور مقابل تو بہت خوش تھا۔بات اس سے چھپ نہیں رہی تھی

۔۔اچھا ایک بات سنو۔۔کیا تمھارے کوئی چچا یا تایا بھی ہیں

ہاں ہیں تو۔لیکن ہم ان سے کافی دیر پہلے الگ ہوگئے تھے۔میں بہت چھوٹی تھی تب تین سال کی شاید۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔باباگھر میں بات کرتے ہیں ان کی۔۔۔۔

نہیں بابا تو نام بھی نہیں لیتے۔لیکن ماما بہت یاد کرتی ہوں۔اصل میں میری تائی میری خالہ بھی ہیں ۔۔۔۔۔۔۔وہ بتاتے ہوئے ذرا دکھی ہوی۔کتنے سالوں سے ماں کو تڑپتے دیکھ رہی تھی۔

۔۔تمہارا کوئی کزن بھی تھا۔۔۔

ہاں نا ایک ہے میرا کزن۔۔۔میرا واحد ایک اکلوتا کزن۔۔مگر پتہ نہیں کہاں غرق ہو گیا ہے۔۔۔۔مسز اسلام اکثر مرحا کو اس کے بچپن کے قصے سنایا کرتی۔کیسے مستجاب میرا کا خیال رکھتا تھا۔

۔۔آنٹی نے کبھی اس کی کوئی بات کی۔۔۔۔

کوئی ایک بات۔۔۔ماما کے تو اس کی شان میں قصیدے ختم ہی نہیں ہوتے۔پتہ ہے جب میں چھوٹی تھی۔ہماری مشترکہ نانوں میرا سر دبایا کرتی تھی۔تو میں بہت روتی تھی

اور مستجاب نانوں کو بہت مارا کرتا تھا۔۔۔۔۔

وہ اس نام پر چونک گئی۔ایک منٹ آپ کا نام اور۔۔۔۔۔

مستجاب کو اپنے نام کی پکار پر پہلی دفعہ اتنی خوشی ہوئی تھی۔
Exactly شکر ہے آپ خود ہی نتیجے پر پہنچ گئی۔میں آپ کا وہی کزن ہوں۔

مرحا خوشی سے اچھلی۔آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔کیا میرے مرنے کا ویٹ کر رہے تھے

Shut up.مجھے خود ابھی پتہ چلا ہے
پتہ ہے ماما آپ کو بہت یاد کرتی ہیں۔تایا اور خالہ کیسے ہیں۔۔۔۔؟

وہ اپنے والدین کے ذکر پر ذرا اداس ہوا
مکمل روداد سنائی اپنی ماں کی آخری خواہش تک۔
مرحا اور یہ خبر اپنے ماں باپ کو دینا چاہتی تھی۔مستجاب نے منع کیا کہ وہ کل یہ خبر خود سنائے گا سب کو۔

کاشی بالا آخر پولیس کی گرفت میں آ گیا تھا۔وہ آج پھر اکٹھے بیٹھے تھے۔

یار تیرہ سہی سر کڑاہی میں اور انگلیاں گھی میں ہے۔۔۔باسط بہت خوش تھا

بلا آخر تمہیں قبول کرنے والی بھی کوئی مل گئی۔تمہاری چھترول کی تو میں لائیو کوریج دوں گا۔۔بازل چہکا

وہ ماہم نہیں ہے۔۔۔ماہم بازل کی منگیتر ہے۔غصے کی تھوڑی تیز ہے بازل کو چاہو نا چار اس کی سب ماننا پڑتی ہیں۔اس بات پر سب اس کی خوب افزائی کرتے تھے۔

۔۔شہ بالہ تو میں ہی بنوں گا۔باسط نے ریکویسٹ کی

۔۔تم کیا چاہتے ہو وہ اسے تمام خوبصورت لڑکیاں ڈر کے بھاگ جائیں۔۔۔ذیشان نے کہا

۔۔خوبصورت لڑکیاں ہوی بھئی تو تمہیں منہ نہیں لگائے گا کوئی زیادہ فکر مت کرو۔
اب کی بار بار جنید کی تھی

میں تو خوب فائرنگ کروں گا۔۔ایسی آتش بازی کسی نے دیکھی نہیں ہوگی۔میں اپنے قبیلے کے مطابق بندوقیں خالی کر کے دم لونگا۔

تو رہنے دے دلہن لے کے آنی ہے۔اٹھا کے نہیں لانی۔۔بازل نے ڈپٹا

لوگوں کو پتہ چلے نہ کہ کسی کی شادی ہوئی تھی۔۔۔
لوگوں کی خیر ہے۔۔اسے ضرور دن میں تارے دکھا دے گی وہ۔جینا موڈ جیسی لڑکی ہے۔
باسط نے مستجاب کی طرف اشارہ کیا۔
سب کھل کے مسکرائے۔

مستجاب اسلام منزل کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا تھا۔تمام راز افشاں کرنے آیا تھا

۔۔انکل کیا میں آپ کو چاچو کہہ سکتا ہوں۔۔
اسلام صاحب نے نہ سمجھیں جیسے دیکھا

۔۔آنٹی کیا میں آپ کو خالہ کہہ سکتا ہوں۔
مسز اسلام بھی حیران ہوئی۔

۔۔کیا میں مرحا کو میا کہہ سکتا ہوں۔۔۔مستجاب چھوٹا ہو تا 'ر' کو اٹک کے بولتا تھا۔مرحا کو میا کہتا تھا

مسز اسلام کرسی سے اٹھ کھڑی ہوی۔۔۔۔۔۔
تم تم!!۔۔۔۔الفاظ مکمل نہیں ہو رہے تھے

جی میں مستجاب حیدر ہوں آپ کی بہن کا بیٹا

میری بہن کیسی۔۔۔کیسی! ہے وہ

وہ اس دنیا میں نہیں رہی۔مگر ابھی جہاں ہے وہاں آپ کو دیکھ کے بہت خوش ہو رہی ہو گی۔

۔۔تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہاں آنے کی۔کچھ لوٹنا باقی رہ گیا تھا۔۔۔۔اسلام صاحب ڈھاڑے

چاچو۔۔۔میری بات سنیں

دفع ہو جاؤ میرے گھر سے۔۔۔۔۔

پلیز چاچو ایسے نہ کہیں۔۔۔مستجاب کی آنکھوں میں دکھ آنسو میں نظر آیا

ٹھیک ہے جا رہا ہوں مگر آپ کو بتا دوں وہ اس دنیا میں نہیں ہیں۔ان کو بہت پچھتاؤا تھا اپنے کیے کا۔ آپ کا قرضہ ان کے دل پہ بوجھ بن گیا تھا۔میرے ماں باپ دونوں نے جاتے جاتے یہی خواہش کی تھی کہ میں آپ سے ملوں۔اور تمام قرض واپس کروں۔۔۔۔۔۔

پلیز ان کو معاف کردیں میرے بابا بہت تکلیف میں ہوں گے۔وہ اسلام صاحب کے پیروں میں بیٹھ گیا

یہ کیا کر رہے ہو بیٹا اٹھو۔۔اٹھو میری جان۔مسز اسلام آگے بڑھیں

چاچو نے بھی اسے آگے بڑھ کے گلے لگا لیا۔تمام غصہ بھائی کی موت کے ساتھ ہی مر گیا۔

\-----------------

ایک ماہ بعد

وہ مرھا کو شادی کی شاپنگ کروانے لے کر گیا تھا۔واپسی پر گاڑی سگنل پر رکی

مرھا نے ساتھ رکتی گاڑی میں ایک نوجوان لڑکے کو دیکھا وہ بہت مزے سے سگریٹ کے لمبے لمبے کش لے رہا تھا۔اور دھواں ہوا میں چھوڑتا۔کار میں موجود باقی بھی اس ہی کی عمر کے تقریبا یہی حرکتیں کر رہے تھے۔

مرھا میں نے اچانک مستجاب سے پوچھا

۔۔کیا آپ نے کبھی سگریٹ پی ہے۔

مستجاب نے نہ سمجھی سے اس کو دیکھا۔

میرا مطلب ہے آپ جاپان میں رہتے تھے نا۔ایک ماڈرن کنٹری ہے۔وہاں تو عام چلتا ہو گا۔

ہاں۔۔۔مگر اب نہیں پیتا۔۔سے مرھا کے سامنے تھوڑی شرمندگی ہوئی

کیوں اب کیوں نہیں پیتے۔۔

۔۔اب ضرورت نہیں ہے

پہلے جب بہت لونلی فیل کرتا تھا تب پیتا تھا۔اب چھوڑ دی ہیں۔مجھے پتا تھا تمہیں پسند نہیں۔اس لیے۔اور ہمارے دین میں بھی اس کی گنجائش نہیں۔

وہ ایک وقفے کے بعد پھر بولا

تمہیں پتا ہے مجھے تم سے شروع شروع میں بہت ٹریکشن فیل ہوتی تھی۔خاص کر تمہاری آنکھیں اور گردن کا تل۔۔جو تم نے میری امی سے چرایا ہے

اچھا۔۔۔!!آپ نے بھی تو یہ ڈمپل میرے بابا جانی سے چرایا ہے۔

وہ دونوں کھل کے مسکرا رہے تھے۔قسمت ان کو رشک سے دیکھ رہی تھی۔

مرحا اپنے موبائل پہ ویڈنگ ڈریس دیکھ رہی تھی۔جس کی فوٹو مستجاب نے اسے بھیجی تھی۔شادی میں صرف تین دن باقی تھے
دن پر لگا کر اڑ گئے تھے۔تمام دفن ہو گئی تھی کدورتیں۔ہر طرف محبت کے رنگ نظر آتے تھے

مرحا صبح گڈ مارننگ کے میسج سے ہوتی۔۔وہ اس سے ناشتے کا پوچھتا لنچ کے بعد کال کرتا۔شام میں بھی کال کرتا ہوں۔رات وہ لمبی چیٹ کرتے۔۔آنے والی زندگی کے خوبصورت خواب دیکھتے۔
آفس سے شادی کے لیے اس نے چھٹیاں لی تھی۔مستجاب کسی صورت مان نہیں رہا تھا۔
اس نے وعدہ لیا کہ وہ دس دفعہ اس کو کال کرے گی۔ایسا موقع ہی نہ آیا کہ وہ اسے کال کرتی۔وہ خود ہی ہر 5 منٹ بعد کال یا میسج کرتا۔

مجھے بتاؤ تمہارے کپل گولز کیا ہیں۔۔۔مستجاب نے مرحا سے ایک دن پوچھا

کچھ زیادہ نہیں ہیں۔مجھے ورلڈ ٹور پے جانا ہے۔مجھے تمام دنیا تمہارے ساتھ دیکھنی ہے

وہ اس کی اس بات پہ ہنسا۔۔۔

۔۔اچھا آپ کے کیا گولز ہیں

میری لسٹ تو بہت بڑی ہے۔۔مجھے روز تاروں کی نیچے بیٹھ کر تم سے ڈھیر ساری باتیں کرنی ہے۔۔مجھے تمہاری گود میں سر رکھ کر سونا ہے۔۔تم سے اپنا سر دباوایا کروں گا۔تمہیں بہت ستایا کروں گا۔اور آخری اور سب سے بڑی وش۔

دیکھو میں اکیلا تھا۔تو مجھے میرے بچوں کے بہت سارے بہن بھائی چاہیے کم ازکم 8 سے 10

اس کی اس عجیب وش پر مرحا نے جھٹ سے فون بند کر دیا

کوئی بات نہیں ہم ایڈاپٹ بھی کر سکتے ہیں۔ڈرنے کی ضرورت نہیں۔۔۔
کچھ دیر بعد مرہا کے موبائل پہ میسج آیا۔اس نے شرما کے منہ پہ کمبل اوڑھ لیا۔۔خوبصورت خوابوں کے سفر میں مستجاب اس کے ساتھ تھا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔
اگلی صبح وہ ڈھیلے ڈھالے سے لباس میں اپنی ضروری چیزوں کو الگ کر رہی تھی۔جو اسے ساتھ لے کے جانی تھی

اچانک عمر آیا۔اس کے چہرے سے وہ ستایا ہوا لگ رہا تھا۔

مرھا اسے دیکھ کے گبھرا گئی۔

مجھے تمہیں کچھ دکھانا ہے۔۔

۔۔کیا ؟

دیکھو اسے دیکھ کے تم ٹھنڈے دماغ سے فیصلہ کرنا۔بات بڑی ہے۔مگر ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا۔ہم سنبھالیں گے۔۔۔وہ موبائل آن کرنے لگا

۔۔۔اگر اس بار بھی تم نے کوئی چول ماری نہ۔تو میں سچ میں تمہارا قتل کر دوں گی۔۔۔۔مرھا کو لگا کہ وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی مذاق کرے گا۔
عمر نے ایک ویڈیو اس کے آگے کی۔

ویڈیو میں ایک نوجوان لڑکا۔بے رحمی سے کسی کو گھونسے اور لاتیں رسید کر رہا تھا۔

اس کا مقابلہ کوئی بہت ہی کمزور شخص تھا وہ درد سے تڑپ رہا تھا۔۔اسے پاؤں کی ٹھوکر سے دور پھینکا گیا۔اور پھر اچانک ایک گولی چلی اور کام ختم

اگلی ویڈیو شروع ہوئی۔اس میں بھی کچھ ایسی ہی حالات نظر آئے۔پھر اگلی ویڈیو پھر کچھ تصویریں ۔۔۔۔

مرحا پھٹی آنکھوں سے وہ سب دیکھ رہی تھی۔ویڈیو میں موجود کوئی اور نہیں بلکہ اس کا اپنا منگیتر اس کی محبت مستجاب حیدر تھا۔اور باقی تمام اس کے دوست بھی موجود تھے۔کالی جیکٹ اس کے اوپر گولڈن پنتھر بنا تھا۔

وہ سکتے میں آگئی۔۔اس نے موبائل کو ہاتھ مار کے پرے کیا۔نہیں نہیں یہ میرا مستجاب نہیں ہو سکتا۔ ۔۔۔

۔۔تم مجھے میرے نام سے کیوں نہیں بلاتی۔۔۔

نہیں آپ کا رتبہ آپ کا مقام میری نظروں میں بہت بلند ہے۔آپ کو دیکھنے کے لیے مجھے گردن اونچی کرنی پڑتی ہے۔میں آپ کا نام کیسے لے سکتی ہوں۔ویسے بھی مجھے سر کہنے کی عادت ہے۔

۔۔۔مگر مجھے اچھا لگتا ہے اپنا نام تمہارے منہ سے۔۔۔بیہوشی میں تو بہت بلا رہی تھی

۔۔تب بھی ہوش میں نہیں تھی نا۔اب تو ہوش میں ہوں۔

تو پھر مجھ سے بلایا کیسے کرو گے بے نام ہی رکھو گی کیا۔۔بلکہ پرانے زمانے کی طرح کہا کرنا 'پپو کے ابا ذرا بات سنیں نہ'

اس کو مستجاب سے ہونے والی صبح کی باتیں یاد آئی۔۔وہ سسک سسک کر رونے لگی

کیا اس کا مستجاب ایک گینگسٹر تھا ایک کلر تھا۔۔

مرحا تم اسے بھول نہیں سکتی۔کیا تم مجھے ایک موقع نہیں دے سکتی

اس نے نہ سمجھے سے سر اٹھایا

۔۔میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں آپ سے نہیں پچھلے چار سالوں سے۔۔مگر کبھی ہمت نہ ہوئی۔پھر مجھے تمہاری انگیجمنٹ کا پتا چلا۔میں قسمت کا لکھا سمجھ کے چپ ہو گیا۔اگر میں اب تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

31

اسلام صاحبدروازے پہ کھڑے سب سن چکے تھے۔

وہ اپنے باپ جیسا نکلا آخر۔۔۔رتی برابر بھی فرق نہیں رکھا۔۔میں اپنی بیٹی کسی صورت اس کے حوالے نہیں کروں گا چاھے مجھے اس کے لئے جان دینے پڑے۔

وہ ایک لمحے کیلئے چپ ہوئے

پھر اچانک بولے

مجھے رشتہ منظور ہے۔۔۔

32

تو کیا اس کا عشق ریت کا گھروندا ثابت ہوا تھا

بابا۔۔۔وہ شدید اذیت میں اتنا ہی بول پائی

انکل۔وہ کسی صورت مرہا سے دستبردار نہ ہو گا۔یہ گینگ سٹرز آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑتے۔اور وہ تو ہیں بھی 6۔۔۔عمر کی باتیں آگ کی مانند ثابت ہو رہی تھی۔اس نے صحیح موقع صحیح وقت ڈھونڈ لیا تھا۔

مسز اسلام ابھی تک صدمے میں تھی۔

۔۔۔نہیں میری آپا کسی غنڈے کی تربیت نہیں کر سکتی۔۔وہ نڈھال تھی۔
اسلام صاحب بولے
۔۔۔آپ ہی بتاؤ بیٹا ہم کیا کریں پھر۔پولیس بھی ایسے لوگوں کے ساتھ برابر شریک ہوتی ہے۔بیٹی کا معاملہ ہے تھانے کچہری کی زینت نہیں بنا سکتا۔

ایک طریقہ ہے۔۔۔عمر کچھ سوچتے ہوئے بولا

۔۔آپ ہمارا نکاح کر دیں۔۔۔مرھا میرے نکاح میں آجائے گی تو وہ پھر کچھ نہیں کر سکے گا

مرھا اور سننے کی ہمت نہیں بچی تھی۔وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔

خواب سمجھ کے حقیقت کو جھٹلانا چاہتی تھی۔مگر ہر چیز واضح حقیقت تھی

مستجاب گھر کو نئے طریقے سے فرنیش کر رہا تھا۔ہر چیز مرحا کے ٹیسٹ کے مطابق تھی۔دیواروں کے پینٹ پردوں کے کلر بیڈ شیٹس۔فرنیچر کا ڈیزائن۔چھت کی سیلنگ تک مرحا کی پسند کو ملحوظ خاطر رکھا گیا تھا۔۔۔

وہ دوپہر سے کوئی بیس دفعہ اسے کال کر چکا تھا۔

مگر وہ کال پک نہیں کر رہی تھی۔اب کی بار اس نے جھنجھلا کر اسلام صاحب کو کال کی۔

اسلام علیکم چاچو۔۔۔۔

خبردار اگر تم نے آج کے بعد ہمیں فون کیا یا ہم سے رابطہ رکھا۔۔۔الفاظ بم کی صورت گرے تھے

کیا مطلب۔۔۔۔

ہم کسی گنڈے کسی گینگسٹر سے تعلق نہیں رکھ سکتے۔تم اپنے باپ سے بھی دو ہاتھ آگے نکلے۔میری بیٹی سے دور رہنا۔اپنا حق تمہارے باپ کو چھوڑ دیا تھا۔بیٹی کو نہیں چھوڑوں گا۔یاد رکھنا۔اور اگر میری بیٹی کے رشتے میں آئے تو میں بھول جاؤں گا کہ تم سے میرا خون کا رشتہ ہے۔ویسے بھی غنڈوں کی عمر تیس پینتیس سال سے زیادہ نہیں ہوتی۔کسی نہ کسی گولی پہ ان کا نام لازمی لکھا ہوتا ہے۔۔۔۔فون کھٹاک سے بند کر دیا گیا

وہ سکتے میں فون کو ہاتھ میں پکڑ کے بیٹھا رہا۔۔۔
اتنے عرصے بعد جو ٹھنڈی ہوائیں چلیں تھی۔تپتے سورج نے نگل لی تھیں۔

۔۔مجھے سا بھی بد نصیب ہو گا کوئی۔وہ میرے دست طلب میں تھی۔مگر میری نہیں تھی۔۔۔اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے وہ قرب سے مسکرایا

عقیل مسجد میں نماز سے فارغ ہوئے تو اسلام صاحب کو امام کے پاس بیٹھے دیکھا۔انہوں نے قدم ان کی طرف بڑھائے۔
مگر جو بات انہوں نے سنی وہ ان کے قدموں سے زمین کھینچ لینے کے لئے کافی تھی۔

۔۔جی جی امام صاحب۔آپ کل شام چار بجے نکاح کے لیے آ جایئے گا۔مگر کوشش کریے گا کسی کو علم نہ ہو۔بیٹی کا معاملہ ہے امام صاحب وہ تو غنڈے موالی ہیں ان کا کچھ نہیں جائے گا۔ہمارے پاس لے دیں کہ ایک ساتھ ہی تو ہوتی ہے وہ بھی نہ رہی تو۔۔۔۔۔۔اسلام صاحب مزید آگے کچھ نہ بھول پائے

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

عقیل فورا مستجاب کے پاس پہنچا۔۔۔
اس کی حالت دیکھ کر عقیل جتنا حیران ہوتا کم تھا۔۔جگہ جگہ بازوؤں پہ زخم تھے زخموں سے خون رس رہا تھا۔وہ فرش پر اوندھے منہ گرا ہوا تھا۔۔۔
اگلے ہی پل اس کے سب بھائی اس کے پاس موجود تھے۔
وہ کسی سے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔وہ ہر چیز کو تہس نہس کر دینا چاہتا تھا۔۔وہ آنگن جسے مرہا کے لیے سجایا جا رہا تھا۔آفت زدہ لگ رہا تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

"اس خرابے میں کچھ آگے وہ جگہ آتی ہے

کہ جہاں خواب بھی ٹوٹے تو صدا آتی ہے
صحن میں پھرتی ہے برسوں کی سدھائی ہوئی یاد
جب بھی پچکار کے کہتا ہوں کہ آ، آتی ہے۔۔عمیر نجمی

جنید زخموں پر بینڈیج لگا کر اسے سکون کا انجکشن لگا چکا تھا۔

تو وہ ہمیں بدمعاش سمجھتی ہے۔باسط نے مشکل سے لفظ ادا کیے

۔۔میں اس کو ٹائیگر کی زندگی سے جانے نہیں دوں گا۔۔زیشان کھڑا ہوا

کیا کرو گے تم۔۔۔بازل بولا

۔۔جس خبیث سے بھی وہ شادی کر رہی ہے۔اس کے اوپر ایسا کیس بناؤں گا کہ کبھی باہر کی دنیا نہیں دیکھ سکے۔۔۔

کیا تم واقعی ثابت کرنا چاہتے ہو کہ ہم سب غنڈے ہیں۔۔۔ عقیل بولا

۔۔پھر تم بتاؤ کوئی طریقہ کوئی حل ہے۔میں ٹائیگر کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتا۔باسط نے ایک نظر سوئے ہوئے وجود کو دیکھا

شام چار بجے سے پہلے ان سب کو یہ معمّا حل کرنا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اسلام منزل میں سب نکاح کی تیاریاں کر رہے تھے۔شزا نے بیماری کا بہانہ بنا کر آنے سے انکار کر دیا تھا۔اپنی ذات پر ظلم بھلا دیکھ بھی کون سکتا ہے

دروازے پر دستک ہوئی۔مسز اسلام نے عقیل کے ساتھ ایک بڑی عمر کے انسان کو دیکھا۔سفید داڑھی سرخ و سفید رنگت کندھوں پر عربیوں جیسا مفلر۔وہ دیکھنے میں ایک وجیہ انسان لگتے تھے

انہوں نے اندر آنے کی گزارش کی۔عقیل کو دیکھ کر وہ گھبرا رہی تھیں۔

نہ چاہتے ہوئے بھی آنے کی اجازت دی۔۔

اسلام صاحب ان کو دیکھتے ہی آگ بگولہ ہوگئے۔دراز کی طرف بڑھے جہاں بیٹی کی حفاظت کے لیے پسٹل رکھا تھا

۔۔۔آپ ان کھلونوں سے ہمیں نہ ڈرائیں ہمارا دن رات کا واسطہ ہے ان سے۔۔۔عقیل نے اپنی ڈب سے پستول نکال کے دکھایا

۔۔بہتر ہے ہماری بات سن لیں۔ہم یہاں صرف بات کرنے آئے۔ورنہ ہوسکتا ہے کہ بعد میں آپ پچھتائیں۔

مرحا بابا کی اونچی آواز سن کر باہر آئی۔عقیل کے ہاتھ میں پسٹل دیکھ کر بے دھیانی میں دو قدم پیچھے ہو

۔۔۔ایک آخری امید جو بچی تھی وہ بھی اس پسٹل کو دیکھ کر بری طرح فنا ہوئی تھی

بیٹا آؤ یہاں بیٹھو۔ڈرنے کی ضرورت نہیں۔پر وقار شخصیت رکھنے والے بزرگ نے کہا

میرا نام قاری دستگیر احمد ہے۔۔۔ان کے نام پر مرحا نے سر اٹھا کر دیکھا

قاری دستگیر احمد اس ملک کے مایہ ناز مفکر اور عالم دین ہیں۔ان کی زیادہ تر رہائش مغربی ممالک میں ہی ہوتی تھی اسلام کی پرچار ان ان کی زندگی کا اولین مقصد تھا۔انٹرنیٹ بڑا پڑا ہے ان کے لیکچرز کی ویڈیوز ،ان کی نعتیہ کلام ،ان کی قرأت سے۔

مرحا وہ جس ایپ سے تفسیر سنتی تھی یہ انہی کی ایپ تھی۔وہ نظر کی کمزوری اور بڑھاپے کے باعث اس ملک کے سب سے بڑے مدرسے میں خدمات انجام دیتے تھے۔

مرھا نے مستجاب کو قرآن کی پہیلیاں سمجھنے کو کہا تھا۔مستجاب وہ پہلیاں ان کے توسط سے سلجھا رہا تھا ۔وہ پہلے ہی دن اپنا تمام احوال ان کے گوش گزار کر چکا تھا۔باپ کے قرض سے لے کر،جاپان جا کر اسلام سے دوری اور پینتھر گینگ تک۔

آپ جس گینگ کو غنڈوں کا گینگ کہہ رہی ہیں۔آپ ان کو مجاہدین بھی کہہ سکتے ہیں

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے قاری صاحب کو دیکھ رہی تھی

۔۔کچھ لوگ جرائم کی دنیا کے بے تاج بادشاہ ہوتے ہیں پولیس ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔یہ چھ مجاہدین ان کو موت کی نیند سلاتے ہیں

بہت سے غریب غربا جن کی بیٹیوں کو اغوا کر لیا جاتا ہے ان کو باعزت گھر پہنچاتے ہیں۔

اس بات پر مرھا کو وہ تاریک رات یاد آئی۔اس کی عزت بچانے والے بھی تو یہی 6 تھے۔

--اسلام صاحب ایک ایسی بھی رات آئی تھی جب ان لوگوں نے آپ کی عزت اپنی جان پر کھیل کر بچائی تھی۔

قاری صاحب نے اس رات کی تمام روداد سنائی۔عقیل تمام وقت خاموش رہے۔

تمام پہیلیاں اب سلجھ چکی تھی۔اسلام صاحب بہت شرمندہ تھے بولنے کی ہمت نہ تھی۔ہاتھ باندھ کر قاری صاحب کے آگے کھڑے ہو گئے

--آپ ہمیں شرمندہ نہ کریں۔پچھلی باتیں بھول جائیں اور میرے بیٹے مستجاب حیدر کے لیے اپنی بیٹی کا ہاتھ ہمیں دے دیں۔

قاری صاحب نے مرحا کے سر پہ ہاتھ رکھا

مرحا کی آنکھیں اب بھی متواتر برس رہیں تھی۔

مجھے منظور ہے۔آپ پے شدہ تاریخ پر بارات لے آئیں۔--اسلام صاحب نے منظوری دے دی تھی۔خنک ٹنڈھی میٹھی ہوائیں پھر سے چلنے لگی تھی۔

عقیل نے ٹیبل سے پسٹل اٹھایا۔۔اس کے لیے معاف کر دیں۔۔اسلام صاحب مسکرا دیئے

۔۔انشاءاللہ برات پر ملیں گے۔قاری صاحب دروازے کی طرف بڑھنے لگے

عقیل بھائی کیا آپ مجھے مستجاب کے پاس لے جائیں گے ابھی ؟

عقیل نے اثبات میں سر ہلایا

مرھا نے اپنے والد کو دیکھا۔۔
آنکھوں ہی آنکھوں میں اجازت لی۔

اجازت لے کر وہ ان دونوں کے ساتھ چل دی۔
گاڑی میں ذیشان موجود تھا۔وہ اندر نہیں آیا تھا شاید بہت ناراض تھا۔

مرھا کی سوجی آنکھیں دیکھ کر اس نے اپنے غصے کو کم کیا
عقیل کی طرف دیکھنے لگا۔عقیل نے مسکرا کے ہاں میں سر ہلایا۔
ذیشان بھی مسکرا دیا۔۔۔۔

باسط اور بازل ایک انچ بھی مستجاب سے دور نہ ہٹے تھے۔
مرھا کو دیکھ کر مستجاب کے فلیٹ سے باہر چلے گئے۔۔
رویوں پہ برف ابھی جمی ہوئی تھی۔مرھا بھی شرمندگی میں کچھ نہ کہہ پا رہی تھی

فلیٹ میں آتے ہوئے مرھا کو لفٹ والی بات یاد آی۔رسم و رواج کو اب مانتا تھاوہ بھی۔

۔۔مجھ سے ناراض نہ ہوتا تو تیل ضرور انڈیلتا۔اس نے دروازے کی چوکھٹ کو دیکھا

وہ مستجاب کے پاس بیڈ پر بیٹھی۔وہ سویا ہوا بہت پرسکون لگ رہا تھا۔آنکھیں اس کی بھی سوجھی ہوئی تھی

اس نے اپنی انگلیوں کی پوروں سے مستجاب کی آنکھوں کو چھوا۔۔۔

اسے یاد آیا کیسے مستجاب نے ہسپتال میں اس کا خیال رکھا تھا۔اس کے بال کنگھی کیے تھے۔اپنے ہاتھوں سے اس کا چہرہ دھلایا تھا۔برش پر ٹوتھ پیسٹ لگا کر اس کو برش کروایا تھا۔اس کو اپنے ہاتھوں سے ایک رات میں کتنا کھلایا تھا۔

اس کیلئے چاکلیٹس بھی منگوائی تھی۔کہ وہ سٹریس نہ لے۔

آج وہ انسان اس کی اپنی ذات کی وجہ سے بے سدھ پڑا تھا

۔۔مجھے معاف کردیں میں نے آپ کا اعتبار نہ کیا۔

میں نے ہماری محبت کو اصحابِ کہف کا سکہ سمجھا۔میں نہیں جانتی تھی کہ رائج الوقت نہ ہوں تو قدر نہیں رہتی۔

میں نے بھی آپ کی قدر نہیں کی۔مجھے معاف کر دیں۔میں آپ کے بغیر مر جاؤں گی۔

وہ اس کے چوڑے سینے پر سر رکھے سسک رہی تھی۔

مرحا کو اپنے گرد بازوؤں کا حصار محسوس ہوا

اس نے سر اٹھایا۔مستجاب جانے کب سے جاگ رہا تھا اس کی محبت کی شرینی کو اپنے اندر اتار رہا تھا۔

آج کے بعد میرے سامنے کبھی مت رونا۔مجھے تکلیف ہوتی ہے۔۔۔مرحا کے آنسو اس نے اپنی انگلیوں کی پوروں میں جذب کیے۔

مجھے معاف کردیں۔۔۔۔۔

نہیں میری غلطی ہے مجھے اپنی ذات کا کوئی بھی پہلو چھپانا نہیں چاہیے تھا۔مگر میں تو اپنی خوشی میں سب بھول بیٹھا تھا۔اپنی زندگی کا یہ حصہ تو یاد ہی نہیں رہا تھا

آج کے بعد مجھ سے کبھی کچھ مت چھپائے گا۔۔۔۔

۔۔تم میری ذات کا حصہ ہو تم سے کچھ کیسے چھپ سکتا ہے۔۔دیکھو یہ بھی میں نے نہیں بتایا لیکن تم تک پہنچ گیا نا۔۔۔۔۔

ذرا سا مسکرائی۔۔۔۔

۔۔تم وعدہ کرو کہ تم مجھ سے کبھی دور نہیں ہو گی مجھے مارنا مجھے گالیاں دینا مجھے کوسنا چاہے ان اپنے ناخنوں سے بلی کی طرح پنجے مارنا مگر دور نہ جانا۔۔

وہ اس کے ہاتھ کی انگلیاں اپنی انگلیوں میں پھنساتے ہوئے بولا۔

وہ مسکرا دی۔۔ غم کے بادل چھٹ چکے تھے ان کی محبت امر تھی۔

میرے حاکم !!

تو میری حیات_ تا کا سرور بن

تو میرے نشیلے نینوں کا مخمور بن

تیرے عشق کی چاشنی

ٹپکتی ہے میری پور پور سے

میرے امیر !!

تو میری قربتوں کا غرور بن۔۔۔۔

مرھا عمر سے ملنا چاہتی تھی۔اس سے معافی مانگنا چاہتی تھی وہ سے شادی نہیں کر سکتی۔مستجاب بھی عمر سے پوچھنا چاہتا تھا اسے وہ videos کہاں سے ملی۔

وہ ایک ریسٹورنٹ میں تھے۔زیادہ رش نہیں تھا۔پتہ نہیں یہ مستجاب کی کارستانی تھی یا پھر واقعی ریسٹورنٹ میں کوئی کمال بات نہیں تھی جو اکا دکا لوگ بیٹھے تھے دیکھنے میں تو اپر کلاس فیملیز کے ہی لگے تھے۔

---مستجاب کیا آپ کے پاس ابھی بھی گن ہے۔
مرہا کو عقیل کی پسٹل یاد آئی

کیا مطلب کسی کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں۔۔مستجاب نے ابرو اٹھاکر اسے دیکھا

--نہیں عقیل بھای کے پاس پسٹل ہوتی ہے نا تو مجھے لگا آپ کے پاس بھی ہو گی۔--

تمہیں کیسے پتہ کہ اس کے پاس پسٹل ہوتی ہے؟ وہ حیران ہوا کیونکہ وہ ہتھیار صرف نازک صورتحال میں ہی استعمال کرتے تھے

جب وہ قاری دستگیر صاحب کے ساتھ ہمارے گھر آئے تھے انہوں نے دکھائی تھی۔بلکہ میرے بابا کو تڑی لگائی تھی۔۔۔وہ بات کرتے ہوئے ہس دی

۔۔۔کیا مطلب۔۔۔مذاق کر رہی ہو۔اس عقیل کو تو میں گا نہیں۔اس کی ہمت کیسے ہو میرے چاچو سسر پر سیدھی پسٹل نہی تان لی۔وہ واقعی حیران ہوا تھا

عمران کے قریب آ کر ٹھہرا۔ایک نظر ان دونوں کو ساتھ بیٹھے دیکھا۔خود کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔
عمر مجھے معاف۔۔۔۔مرھا نے بات شروع ہی کی ہی تھی کہ عمر نے بات کاٹ دی

۔۔تمہیں معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔غلطی میری ہے۔میں نے ہی وہ ویڈیوز ایڈٹ کی تھی۔
مستجاب اور مرہانے نا سمجھی سے ایک دوسرے کو دیکھا
میرے بڑے بھائی پولیس میں ہوتے ہیں مرھا جانتی ہے بھای کو۔

میں ان کے کسی دوست بازل کے لیپ ٹاپ کا ڈیٹا ریکور کرنے گیا تھا تو وہی مجھے وہ ویڈیوز اور فوٹوز ملے۔

میرا دل بے قابو ہو۔مجھے ایک اور امید نظر آئی کہ میں تمہیں پالوں گا۔میں نے وہ ویڈیوز اور فوٹوز کچھ ایڈٹ کر دی۔اوریجنل ویڈیوز میں مستجاب لوگ ٹرینگ کر رہے تھے۔کسی بھی مشن سے پہلے وہ خوب پریکٹس کیا کرتے۔مگر میں نے وہ ویڈیوز ایسے بنائیں جیسے یہ سچ میں کسی کو مار رہے ہیں۔اور گولیاں چلنے کی آواز میں نے خود سے ایڈ کی تھی۔۔

مستجاب کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس لڑکے کو شوٹ کر دے۔۔۔

'کہتا تھا نہ اس لڑکے سے اچھی وائبز نہیں آتی۔۔مجال جو میری کبھی سنی ہو'

مرھا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اس ارادے سے باز رکھا۔

وہ عمر کو معاف کر چکی تھی۔کیونکہ معاف کرنا اس کے اللہ کے آگے پسندیدہ امر ہے۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

کچھ لوگ خالق کو مان لیتے ہیں۔اور کچھ لوگ خالق کی مان لیتے ہیں۔

جیسے مرھا اور مستجاب نے رب کو مانا لیا تھا۔۔ان کے پاس رب تھا اس لئے ان کے پاس سب تھا۔

شزا اور عمر نے رب کی مان لی تھی۔پہلے اپنی قسمت پر نالاں ضرور تھے۔ان کی گتھی بھی سلجھ گئی تھی شزا اور عمر کی تقدیر لکھ دی گئی تھی۔عمر نے شیزا کے جذبوں کو محسوس کیا تھا۔اور آگے بڑھ کے اسے اپنا لیا تھا۔اب خوشیاں مکمل تھی

عقیل اپنی بیوی بچوں کے ساتھ خوش تھا۔بازل کی ماہم سے شادی تہہ تھی۔

جنید خان اپنے قبیلے کے مطابق اپنی ماں کی بھانجی بیاہ لایا تھا۔ذیشان کی ماں بھی اس کے لئے گوہرِ نایاب ڈھونڈ رہی تھی۔سب مکمل ہو گیا تھا۔نئے افق پر نئ امنگیں گنگنا رہی تھیں۔

'خواب تمام شد

حسرتیں ختم شد

استقبال ہے ان بہاروں کا جن کی عمر دراز ہے صفا خالد'

****

ختم شد